مفت سلسلہ اشاعت 118

لباس کی سنتیں اور آداب

اردو ترجمہ

كشف الالتباس في استحباب اللباس

تالیف

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دھلوی

متوفی 1052ھ

مترجم

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

خرج احادیثہ

محمد فرحان القادری الرضوی العطاری

حواشی علی الاحادیث

للامام أبی الفضل عبد الرحمن بن أبی بکر السیوطی (المتوفی 911ھ)

للعلامة أبی الحسن نور الدین السندی (المتوفی 1138ھ)

الناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب	....	کشف الالتباس فی استحباب اللباس
تصنیف (فارسی)	....	شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۵۲ھ
تخریجِ احادیث	....	محمد فرحان قادری رضوی عطّاری
تحقیق	....	حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
حواشی احادیث	....	امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ متوفی ۹۱۱ھ
		امام ابوالحسن نورالدین سندھی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۳۸ھ

اردو ترجمہ	....	لباس کی سنتیں اور آداب
ترجمہ (اردو) وتحشیہ	....	حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
تعداد	....	۲۰۰۰
مفت سلسلۂ اشاعت	....	۱۱۸
اشاعت	....	دسمبر ۲۰۰۳ء، شوال ۱۴۲۴ھ

ابتدائیہ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوۃ والسلام علی سیّد المرسلین وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین

زیرِ نظر کتابچہ "جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان" کے تحت شائع ہونے والے سلسلۂ مفت اشاعت کی ۱۱۸ویں کڑی ہے۔ لباس کی سنتوں اور مسائل پر شیخِ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کا یہ رسالہ اپنی نوعیت کی منفرد تالیف ہے یہ مکتوب چونکہ فارسی میں ہے لہٰذا حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب نے اس کا اردو زبان میں ترجمہ فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ اس کے حواشی میں شیخ صاحب کی شرحِ مشکوٰۃ "اشعۃ اللمعات" ہی سے اس پر تحقیق بھی لکھی نیز اصل فارسی مکتوب پر احادیثِ طیبہ کی تخریج بھی لگائی گئی ہے جس سے کتاب کا نکھار اور اُبھر کر سامنے آ گیا اور علماء وعوام سب کے لئے مفید ہو سکی۔ امید ہے کہ حسبِ سابق ہماری یہ کاوش پر قارئین کرام کے ذوق پر پورا اُترے گی۔

ادارہ

۳۸۹

اداریہ

چند ماہ قبل دارا حیاء العلوم، کراچی کی جانب سے یہ عظیم کتابچہ (جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہے) عرصہ دراز کے بعد منظر عام پر آیا۔ مصنف اور موضوع کے حوالے سے بھی یہ ایک غیر معمولی ذخیرہ ہے۔ اراکین دارا حیاء العلوم، صد ہا مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے محنت شاقہ کے ساتھ اس کتابچہ کو عصری تقاضوں کے تحت شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے حوصلوں کو مزید بلندی عطا فرمائے اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے آمین۔

ہم دارا حیاء العلوم، کراچی کے بے حد مشکور ہے جنہوں نے اس کتاب کو مفت شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ساتھ ساتھ ادارہ، اس کتاب کو ہمارے شعبہ درس نظامی کے دیرینہ ساتھی محمد جاوید شفیق علیہ الرحمہ (جو چند ماہ قبل) حادثہ کا شکار ہوئے اور جامِ شہادت نوش فرمایا) سے منسوب کرتے ہیں۔ مرحوم ایک نوجوان عالمِ دین تھے، ابتدائی تعلیم نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی میں مولانا محمد عثمان برکاتی اور مولانا محمد امان اللہ اختری سے اور بقیہ تحصیل دار العلوم امجدیہ، کراچی سے کی، اور شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل قادری رضوی سے سندِ حدیث حاصل کی۔ آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ وقادریہ میں حضرت قبلہ مفتی قاضی محمد احمد نعیمی کے تایا محترم حضرت پیرِ طریقت ولی کامل عارف باللہ قطب الارشاد الحاج الٰہی بخش نقشبندی قادری علیہ الرحمہ جن کا مزار پرانوار گلشنِ الٰہی بخش، تحصیل شاہ بندر، ضلع ٹھٹہ میں ہے، سے بیعت تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطاء فرمائے اور ہمیں ان کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ (آمین)

ادارہ: **جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان**

فہرست

(۳۸۹)

تحسین

(از شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد احمد نعیمی مدظلہٗ)

مہتمم دار العلوم أنوار المجددية النعيمية

(محلّہ غریب آباد ملیر، کراچی)

نحمدهٗ ونصلي ونسلم على رسوله الكريم أما بعد حضرت محقق علی الاطلاق شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ (رحمه الله تعالىٰ) کا یہ رسالہ آداب لباس کے بیان میں بے مثل و بے نظیر ہے۔ چونکہ یہ فارسی رسالہ ایک عرصہ سے طبع نہیں ہو رہا تھا اور نہ ہی اس کا ترجمہ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے صدقے علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی اور ان کے شاگرد رشید محمد فرحان قادری زيد علمهما کو توفیق بخشی کہ انہوں نے اس تالیفِ لطیف کا ترجمہ اور حاشیہ تحریر کیا اور اس میں مذکورہ احادیث مبارکہ کی تخریج لگائی۔

میں نے مترجم کے ترجمہ کو بغور لفظ بلفظ پڑھا۔ الحمد للہ مترجم نے رسالہ ہٰذا کا ترجمہ انتہائی احسن انداز میں فرمایا ہے اور مؤلّف و مصنّف کی ترجمانی کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ انکے علم و عمل میں مزید ترقیاں عطا فرمائے اور اپنی طرف سے توفیق رفیق اور دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی و ترفعی عطا فرمائے۔

(امين بجاه سيد المرسلين صلى الله عليه و اله وصحبه أجمعين وسلم)

الفقیر محمد أحمد النعیمی غفرلہٗ

۲۸ جولائی ۲۰۰۳ء

اظہارِ مسرّت

(از حضرت علامہ مولانا سیّد شاہ تراب الحق قادری رضوی مدظلہٗ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

زیرِ نظر کتاب، برصغیر کے عظیم محدّث، شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "کشف الالتباس فی استحباب اللباس" ہے جسے فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی زیدعلمہٗ نے فارسی سے سلیس اردو زبان میں منتقل کیا ہے۔ صرف ترجمہ ہی نہیں بلکہ جہاں ضروری سمجھا حاشیہ میں اسکی وضاحت بھی کی ہے، اور موصوف نے کمال یہ کیا ہے کہ حاشیہ میں بھی شیخ محقق ہی کی "أشعة اللمعات فی شرح مشکوة" سے عبارات نقل کی ہیں، جس سے کسی موقع پر قاری کو حاشیہ پڑھتے وقت یہ محسوس نہیں ہوگا کہ حاشیہ میں جو عبارت ہے وہ مترجم کی اپنی رائے ہے بلکہ وہ بھی بِعَینِہٖ مصنّف ہی کی عبارت ہے۔ مترجم موصوف نے اس کتاب کا ترجمہ فرما کر قارئین خصوصاً اردو خواں حضرات کو حضرت شیخ محقق کی تصنیف سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا ہے اور ان کے ترجمہ کرنے سے ایک نایاب کتاب حواشی اور تخریج کے ساتھ منظرِ عام پر آ جائے گی یقیناً یہ مترجم موصوف کا ایک کارنامہ ہے۔

فقیر نے اس سے قبل فاضل مترجم کے طلاق سے متعلق مجموعۂ فتاویٰ "طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم" کا مطالعہ بھی کیا ہے ماشاء اللہ بہت خوب لکھا ہے اور بڑی محنت کی ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ ترجمہ عوام اور خواص دونوں کے لئے مفید ثابت ہوگا، دعا ہے کہ مولیٰ کریم مترجم موصوف کی اس سعی کو قبول فرما کر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

(فقیر سید شاہ تراب الحق قادری)

امیر جماعت اہلسنّت پاکستان کراچی

۱۰ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ / ۷/ اکتوبر ۲۰۰۳ء

کچھ مؤلف کے بارے میں

مختصر تعارف شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

(از حضرت علامہ محمد مختار اشرفی مدظلہٗ)

مدرّس شعبۂ درسِ نظامی و رکن مجلسِ شوریٰ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

الحمد لله الذي هدانا الصراط المستقيم والصلاة والسلام على من كان نبياً وآدم بين الماء والطين

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کا شمار برصغیر کے ان علماء کی فہرست میں ہوتا ہے جنہوں نے علمِ حدیث کی اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کے والد شیخ سیف الدین سلسلۂ قادریہ کے صوفی بزرگ تھے جو شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کے استاد بھی تھے۔ شیخ صاحب دن کا زیادہ حصّہ کتابیں نقل کرنے اور رات مطالعہ میں گزارتے تھے۔ اس دور میں کہ جب اکبر بادشاہ حکومت پر متمکن ہوا اور خوشامدی علماء ابوالفضل اور فیضی جیسے لوگ اس کے ہمراہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الرحمہ کی حفاظت شیخ موسیٰ ملتانی کے ذریعہ فرمائی جن کے آپ مرید ہو چکے تھے اور وہ دربار اکبری میں بھی باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ ۱۵۸۸ء میں آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ حجازِ مقدس سے آپ علمِ حدیث اور عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہو کر آئے تھے۔ اور آپ نے ترویجِ حدیث کو اپنا مقصدِ حیات بنایا اور مُحدّث کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کی کتابوں کی تعداد چالیس (۴۰) سے زائد بتائی جاتی ہے، جن میں مشہور ''اخبار الاخیار'' ہے جس میں اولیائے برّصغیر کا تعارف و تذکرہ پیش کیا ہے، نیز ''مدارج النبوۃ'' جس میں نبوّت کی فضیلت کے ساتھ عشقِ رسول ﷺ کو قُربِ الٰہی کا ذریعہ بتایا ہے۔ اس کے علاوہ ''المکاتیب والرسائل''، ''تاریخِ مدینہ'' المعروف ''جذب القلوب فی دیار المحبوب''۔ ان کے علاوہ غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کا فارسی ترجمہ کیا

جس میں ۷۳ فرقوں کے متعلق بتایا ہے۔ اور تصوّف کے موضوع پر فارسی زبان میں ایک کتاب ''مجمع البحرین'' کے نام سے تصنیف فرمائی۔

۱۵۹۹ء میں آپ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے اور رُشد وہدایت کی اجازت بھی فرمائی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے بعد حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی علیہ الرحمہ کے بہت قریب رہے اور تصوّف کے معاملات پر دونوں حضرات کی خط وکتابت بہت اہمیت کی حامل ہے۔ پھر حضرت نے لاہور کے شیخ ابوالمعالی قادری علیہ الرحمہ سے سلسلۂ بیعت وخلافت قائم کیا۔ شیخ ابوالمعالی کی تالیفات میں سے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مشہور کتاب ''فتوح الغیب'' کی شرح بھی شامل ہے۔

شیخ صاحب کی مشہور کتاب ''أشعة اللمعات'' جوکہ فارسی میں مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے، اس میں آپ نے دیباچہ میں علمِ حدیث کا جائزہ بھی لیا اور مختلف اقسام پر مفید بحث فرمائی۔ نیز آپ نے مشکوٰۃ شریف ہی کی عربی شرح بنام ''لمعات التنقیح'' بھی کی۔

آپ کا وصال ۹۴ برس کی عمر میں ۱۶۴۲ء میں اس وقت ہوا جب شاہجہاں کے عہدِ حکومت کو سولہ سال گزر چکے تھے۔ اس طرح آپ کا تعلّق تین مغل حکمرانوں اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے ادوار سے رہا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے مزارِ پُرانوار پر کروڑ ہا کروڑ رحمت ورضوان کی بارشیں نازل فرمائے اور ہمیں آپ کی تصانیف سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

محمد مختار اشرفی عفی عنہ

پیش لفظ

(از حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب مدظلہ)

رئیس دارالافتاء: جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

مترجم

کَشُفُ الْاِلْتِبَاسِ فِی اسْتِحْبَابِ اللِّبَاسِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه وأزواجه وذريته وأهل بيته وعلماء أمته وصلحاء ملته أجمعين أما بعد

گذشتہ دنوں بعض احباب نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کے فارسی مکتوب موسوم بہ "کشف الالتباس فی استحباب اللباس" کا اردو زبان میں ترجمہ کروں تاکہ نافع ہر خاص و عام ہو، کیونکہ شیخ علیہ الرحمہ نے سنن لباس کا اپنی علمی فراست کی بدولت جس نفاست اور اختصار سے احاطہ فرمایا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی اور برادرم جناب محمد فرحان قادری نے ہمت کی اور اس رسالہ میں مذکورہ احادیث کی تخریج کر کے رسالہ مجھے دیا اور کہا کہ ایک عرصہ سے یہ فارسی رسالہ طبع نہیں ہو رہا اور نہ ہی اس کا اردو ترجمہ دستیاب ہے، اس لئے اس رسالہ کی تخریج و تحقیق بمعہ اردو ترجمہ و حاشیہ، اشاعت ضروری ہے۔ لہٰذا بندۂ ناچیز نے ان احباب کے پُرخلوص مشورے پر عمل کرتے ہوئے شیخ علیہ الرحمہ کے اس رسالہ کے ترجمہ کی سعی کی اور سیدی و سندی و استاذی شیخ الحدیث مفتی محمد احمد نعیمی صاحب مدظلہ نے شفقت فرماتے ہوئے ترجمہ کی تصحیح فرمائی، اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجاء ہے کہ وہ میری اور میرے احباب کی اس سعی کو اپنے محبوب ﷺ کے صدقہ و طفیل قبول فرمائے، لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بروزِ قیامت اسے ہماری مغفرت کا ذریعہ بنا دے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

محمد عطاء اللہ نعیمی عفی عنہ

لباس کی سنتیں اور آداب

اردو ترجمہ

كَشْفُ الْاِلْتِبَاسِ فِى اسْتِحْبَابِ اللِّبَاس

٣٨٩

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ مؤلف:

اللہ کی حمد و ستائش اور پھر رسالت پناہ کی نعت و تحیت کے بعد (عرض ہے) کہ یہ مختصر رسالہ حضرت سید البشر صلى الله عليه وآله وأصحابه وتابعيه وتبع تابعيه إلى يوم الحشر والنشر کے آدابِ لباس کے بیان میں ہے۔

اہم غرض و مقصد یہ ہے کہ اس دستور فائض النور (یعنی سنت نبوی سے) حصۂ تام اور فیضِ عام مسلمانوں اور مومنوں کو پہنچے اور وہ لباس کہ جس کی وضع و قطع اور پہننا غیر مسنون ہے اور بد مذہبوں اور گمراہوں کا شِعار ہے اس سے باز رہیں اور سنّت کی اتّباع سے حصہ پا کر اس سے پرہیز کریں اور ثوابِ جمیل اور اجرِ جزیل پر فائز ہوں اور اس سے برکت حاصل کریں اور فقیر حقیر عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری کو دعائے خیر میں یاد کرتے رہیں اور فاتحہ کی خوشبو کے ساتھ خوشبودار گردانیں (یعنی فاتحہ کا ثواب بخشیں) باللہ التوفیق۔

آدابِ لباس کا بیان[1]:

جان لو کہ لِبَاسٌ[2] مصدر ہے بمعنی مَلۡبُوۡسٌ (یعنی پوشاک) کے جیسا کہ کِتَابٌ بمعنی مَکۡتُوۡبٌ اور لباس کا نام دستار، پیراہن جُبّہ، ٹوپی، چادر و اِزار وغیرہ اور جو کچھ پہننے میں آئے سب کو شامل ہے پس مسلمانوں پر مخفی نہ رہے کہ سَیِّدُ الۡاَنۡبِیَاء وَسَنَدُ الۡاَصۡفِیَاء ﷺ کا مبارک لباس

---

[1] ''اتنا لباس جس سے ستر عورت ہو جائے اور گرمی و سردی کی تکلیف سے بچے فرض ہے'' (بہارِ شریعت، حصہ (١٦)، لباس کا بیان)

[2] اور یہ باب عَلِمَ یَعۡلَمُ سے ہے جو التباس کے معنی میں ہے وہ باب ضَرَبَ یَضۡرِبُ سے آتا ہے پہلے کا مصدر لُبۡسٌ لام کے پیش کے ساتھ ہے اور دوسرے کا مصدر لَبۡسٌ لام کی زبر کے ساتھ ہے۔ (أشعة اللمعات)

اکثر سفید کپڑے کا ہوتا اور سفید کو بہت پسند فرمایا کرتے چنانچہ حدیث شریف میں ہے: قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: "عَلَیْکُمْ بِالْبَیَاضِ مِنَ الثِّیَابِ لِیَلْبَسْهَا أَحْیَائُکُمْ وَکَفِّنُوْا فِیْهَا أَمْوَاتَکُمْ فَإِنَّهَا مِنْ خِیَارِ ثِیَابِکُمْ"۔ (یعنی، نبی ﷺ نے فرمایا: کپڑوں میں سے سفید کو اختیار کرو تا کہ اسے تمہارے زندہ بھی پہنیں اور اپنے مُردوں کو اس میں کفن دو، کیونکہ وہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین کپڑے ہیں)۔

اور فرمایا: "اَلْبَسُوا الْبَیَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْیَبُ وَکَفِّنُوْا فِیْهَا مَوْتَاکُمْ" (یعنی، سفید (لباس) پہنو کیونکہ وہ بہت پاکیزہ[1] بہت صاف اور بہت اچھا ہے اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دو)۔

اور فقیہ ابو اللیث کی کتاب ''بستان'' میں ہے کہ سفید[2] اور سبز مستحب ہے اور ''شرعة الاسلام'' میں ہے رنگوں میں پسندیدہ (یعنی مستحب) رنگ سفید ہے اور سبز رنگ بینائی کو زیادہ کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے سبز چادر زیب تن فرمائی ہے اور سبز رنگ[3] پہننا سنّت ہے اور مرد کپڑوں میں سرخ و پیلے رنگ سے اجتناب کریں اور ''ملتقط'' میں ہے کہ سیاہ رنگ پہننا سنّت نہیں ہے اور نہ ہی اس رنگ کے پہننے میں کوئی فضیلت ہے بلکہ کراہت ہے کیونکہ یہ ایسی بدعت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے (وصال باکمال کے) بعد پیدا ہوئی اور ''روضة العلماء'' میں ہے کہ بے شک امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سیاہ رنگ پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کے زمانہ میں لوگ یہ رنگ نہیں پہنا کرتے تھے اور اسے عیب شمار کرتے تھے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (سیاہ رنگ پہننا) جائز ہے کیونکہ ان کے زمانے میں لوگ سیاہ رنگ پہنتے اور اس پر فخر کرتے اور

1. زیادہ پاکیزہ اس لئے کہ وہ بہت جلد میلے ہو جاتے ہیں اسی لئے زیادہ دھوئے جاتے ہیں برخلاف رنگ دار کپڑوں کے، کہ وہ میل خورے ہوتے ہیں اس لئے دیر سے دھوئے جاتے ہیں اور اچھے اس لئے کہ طبیعت سلیمہ (یعنی اچھی طبیعت) ان کی طرف میلان کرتی ہے۔(أشعة اللمعات، کتاب اللباس، الفصل الثانی)

2. علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ "رد المحتار" کے کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس میں لکھتے ہیں ''سفید رنگ مستحب ہے''۔

3. علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ "رد المحتار" کے کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس میں نقل کرتے ہیں ''اور سبز رنگ پہننا سنّت ہے جیسا کہ "شرعة الإسلام" میں ہے''۔

"کنز" میں ہے سیاہ رنگ[1] پہننا مستحب[2] ہے۔

عمامہ شریف کا بیان:

اور "شرعۃ الاسلام" میں ہے کہ نبی ﷺ نے سیاہ عمامہ زیب سر فرمایا اور اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان میں لٹکایا۔ پس عمامہ باندھنے میں سنّت یہ ہے کہ سفید ہو جس میں دوسرے کسی رنگ کی آمیزش نہ ہو اور آنحضرت ﷺ کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید[3] ہوا کرتی اور کبھی سیاہ[4] اور کبھی سبز[5]۔ مگر بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بوقتِ غزوہ و جنگ آپ ﷺ کے سر

---

1. حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز متوفی ۸۲۷ھ "فتاوی بزازیہ" کے کتاب الكراهية، الفصل السابع في اللبس میں لکھتے ہیں "سیاہ رنگ پہننا مستحب ہے"

2. محرم کے دنوں میں مشابہت سے بچنے کے لئے سبز اور سیاہ رنگ کے کپڑے پہننے سے اجتناب لازم ہے (بہارِ شریعت)

3. امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت نقل کرتے ہیں عن سليمان بن أبي عبد الله، قال: أدركت المهاجرين الأولين يعتمون بعمائم كرابيس سود وبيض وحمر وخضر وصفر الخ. یعنی، سلیمان بن ابی عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے پہلے مہاجرین صحابہ کرام کو سوتی سیاہ، سفید، سُرخ، سبز اور پیلے رنگ کے عمامے باندھتے پایا۔ (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب (۱۸) اللباس والزينة، باب (٤٤) من كان يعتم بكور واحد، الحديث: ۲٤۹۷۷)

4. امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایات نقل کرتے ہیں: عن جابر، قال: دخل النبي ﷺ مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء، یعنی نبی ﷺ فتحِ مکہ کے دن اس حال میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کہ آپ کے سرِ اقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔ اور حضرت جعفر بن عمرو بن حریث اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں قال: رأيت على رأس رسول الله ﷺ عمامة سوداء، یعنی، میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا، انہیں سے ایک اور روایت ہے کہ أن النبي ﷺ خطب الناس وعليه عمامة سوداء، یعنی، نبی ﷺ لوگوں سے خطاب فرمایا حالانکہ آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔ (الشمائل المحمدية والخصائل المصطفوية ﷺ، للترمذي باب (۱۷))

5. اسی طرح شیخ محقق نے اپنی کتاب "ضياء القلوب في لباس المحبوب" میں لکھا ہے، نیز "ضياء القلوب" ہی میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: بہترین لباس سفید ہے اور عمامہ میں سیاہ و سبز رنگ، اور پاجامہ۔ سبز رنگ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نزدیک سب سے محبوب رنگ ہے چنانچہ مُلّا علی قاری "مرقاۃ" شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھتے ہیں وقد ورد كان أحب الألوان إليه الخضرة. یعنی، تحقیق حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے پسندیدہ رنگ سبز تھا۔ تفسیر خازن، سورۂ انفال میں ہے كان سيما الملائكة يوم بدر عمائم بيض ويوم حنين عمائم خضر. یعنی، یومِ بدر فرشتوں کی نشانی سفید عمامے اور حنین کے دن سبز عمامے تھی۔ =

انور پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا اور بعض علماء نے فرمایا ہے خَوْد (لوہی ٹوپی جو جنگ میں پہنی جاتی ہے) کے سبب دستار مبارک کا رنگ سیاہ اور تیرہ ہو گیا تھا ورنہ وہ دستار مبارک سفید تھی مگر ثابت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کبھار سیاہ عمامہ باندھا ہے[1]۔ اور کہا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کا خانگی (یعنی گھر میں باندھنے کا) عمامہ سات یا آٹھ گز[2] ہوتا اور پنجگانہ نمازوں کے وقت بارہ گز اور عید کے روز چودہ گز اور جنگ وحرب کے وقت پندرہ گز اور متأخرین علمائے کرام نے فرمایا کہ وقار و مرتبہ اور بزرگی کی وجہ سے بادشاہ، قاضی، مفتی، فقیہ، مشائخ اور غازی کو اکتیس (۳۱) گز (یعنی ہاتھ) تک عمامہ باندھنا جائز ہے۔ عمامہ باندھنے میں سنّت یہ ہے کہ عمامہ لمبا ہو نہ کہ چوڑا اور عمامہ کا عرض آدھا ہاتھ ہو[3] یا تھوڑا کم یا زیادہ اس کی بیشی میں کوئی حرج نہیں اور اس کی کم سے کم لمبائی سات گز ہو، ایسے گز سے جو چوبیس انگل کا ہوتا ہے کہ چھ مٹھیاں بنتی ہیں اور یہ کہ عمامہ باطہارت باندھے اور قبلہ رُو کھڑا ہو کر باندھے اور جب بھی کھولے تو پیچ پیچ کر کے کھولے یکبارگی نہ اتارے[4] جیسے

= اور شیخ محقق اپنی کتاب "مدارج النبوّۃ" ہی میں لکھتے ہیں: جبرائیل علیہ السلام روزِ بدر پانچ سو فرشتوں کے ساتھ اور میکائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ انسانی شکل وصورت میں ابلق گھوڑوں پر سوار اترے اس وقت ان کے جسموں پر سفید لباس اور ان کے سروں پر سفید عمامے تھے اور روزِ حنین سبز عمامے تھے۔ الخ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزِ بدر فرشتوں کی پیشانیوں پر سفید عمامے اور روزِ حنین سبز عمامے تھے۔ الخ۔ شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ لکھتے ہیں: "سبز رنگ کا لباس حضور خواجہ کونین ﷺ کے لباس میں داخل اور ایسا لباس ملائکہ کرام واہلِ جنت کا لباس ہے اور سبز عمامے باندھنا ملائکہ کی سنت مبارکہ ہے لہٰذا اس رنگ میں لباس پہننے اور سبز عمامے استعمال کرنے میں محبوبِ خدا ﷺ، ملائکہ کرام اور اہلِ جنّت کے ساتھ مشابہت وموافقت ہوگی جو کہ محمود ومسعود اور باعثِ رحمت وبرکت اور موجبِ شرف وعظمت ہے" (سبز عمامہ کا جواز، ص ۱۸) مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ متوفی ۱۴۱۳ھ اپنے دور میں سبز عمامے کو قادیانیوں کی "دیندار انجمن" کی مشابہت کی وجہ سے منع فرماتے تھے۔ لیکن اب اس انجمن کا وجود مفقود اور اہلسنّت میں بہت زیادہ رائج ہو جانے کی وجہ سے یہ حکم باقی نہ رہا (مترجم غفرلہٗ)

[1] چنانچہ کتبِ احادیث میں نبی ﷺ کے سیاہ عمامہ باندھنے کا ذکر موجود ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحہ پر بیان گزرا۔

[2] اس گز سے مراد شرعی گز ہے جو چوبیس (۲۴) انگلیاں ہوتا ہے نہ کہ انگریزی گز جو چھتیس (۳۶) انچ کا ہوتا ہے۔

[3] آدھا ہاتھ سے مراد ہے نصف شرعی گز یعنی بارہ انگلیاں۔

[4] اسی طرح "فتاویٰ بزازیہ" کتاب الکراھیۃ، الفصل السابع فی اللبس میں ہے۔

باندھنے میں پیچ پر پیچ دیا تھا اسی طریقے سے کھولے، عمامہ باندھنے کے بعد آئینہ یا پانی یا اس کی مثل کسی (عکس دار) چیز میں دیکھ کر اس کو درست کرے اور عمامہ شملہ کے ساتھ باندھے۔

٣٨٩)

شملہ کا بیان:

اور شملہ میں اختلاف ہے اکثر اوقات شملہ آنحضرت ﷺ کی پشت مبارک کی جانب ہوتا اور کبھی کبھار دائیں جانب، اور بائیں جانب شملہ رکھنا بدعت (یعنی غیر مسنون) ہے اور شملہ کی کم از کم مقدار چار انگلیاں ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ اور اتنی لمبائی جو کمر سے تجاوز کر جائے بدعت ہے اور شملہ لٹکانے کو نماز کے وقت کے ساتھ خاص کرنا بھی سنت کے موافق نہیں اور شملہ لٹکانا مستحب ہے اور سُنَنِ زوائد سے ہے اور اس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگر چہ اس کے لٹکانے میں ثواب وفضیلت زیادہ ہے اور "الــــروضة" میں ہے عمامہ کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکانا مستحب ہے۔ اور شملہ پچھلی جانب لٹکانا مستحب ہے سنت مؤکدہ نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ عمامہ کا شملہ کبھی لٹکایا کرتے اور کبھی نہیں اور فقہاء کے پاس شملہ کے لٹکانے کی قیاسی دلیلیں بہت ہیں اور وہ شملہ لٹکانے کو سنّت مؤکدہ سمجھتے ہیں اور بعض بائیں جانب کو لٹکانا مناسب جانتے ہیں، مگر اس کی سند قوی و معتبر نہیں ہے اگر چہ بعض علماء نے اس باب میں اس کی دلیلیں لکھی ہیں۔ اور متأخرین علماء جُہّالِ زمانہ کے طعن وتمسخر کی بنا پر سوائے پنجگانہ نمازوں کے شملہ لٹکانے کو بھی مستحب نہیں جانتے اور ''فتاویٰ حجۃ'' اور ''جامع'' میں لکھا ہے کہ ترکِ شملہ گناہ ہے[1] اور شملہ کے ساتھ دو رکعت (نماز پڑھنا) شملہ کے بغیر ستر (۷۰) رکعات (نماز پڑھنے) سے افضل ہے۔

شملہ کی اقسام:

اور شملہ کی چھ اقسام ہیں قاضی کے لئے پینتیس (۳۵) انگل اور خطیب کے لئے اکیس (۲۱) اور عالم کے لئے ستائیس (۲۷) اور طالب علم کے لئے سترہ (۱۷) اور صوفی کے لئے

[1] صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں ''بعض لوگ شملہ بالکل نہیں لٹکاتے یہ سنت کے خلاف ہے اور بعض شملہ کو اوپر لا کر عمامہ میں گھسیڑ دیتے ہیں یہ بھی نہ چاہیے خصوصاً حالتِ نماز میں ایسا ہے تو نماز مکروہ ہوگی'' (بہارِ شریعت، حصہ (١٦)، عمامہ کا بیان)

سات (۷) اور عام آدمی کے لئے چار (۴) انگل۔

اور عمامہ بیٹھ کر نہ باندھے اور ازار کھڑے ہو کر نہ پہنے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے قَالَ ﷺ: "مَنْ تَعَمَّمَ قَاعِداً أَوْ تَسَرْوَلَ قَائِماً ابْتَلاهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ بِبَلاءٍ لَا دَوَاءَ لَهُ" (یعنی، حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے بیٹھ کر عمامہ باندھا یا کھڑے ہو کر سراویل (یعنی پاجامہ یا شلوار) پہنی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی مصیبت میں مبتلاء فرمائے گا جس کی کوئی دواء نہیں (اور اگر معذور ہو تو جائز ہے)۔

اور بعض معتبر کُتب میں لکھا ہے کہ کوئی شخص اکثر اوقات اپنے آپ کو سیاہ یا سبز لباس میں مشہور نہ کرے کہ مکروہ وممنوع ہے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مُذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"، (یعنی، جس نے دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنا[1]، بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ اسے ذلّت کا کپڑا پہنائے گا[2]) اور اگر کبھی کبھار ہو تو منع نہیں۔

اور بہترین لباس سفید ہے اور عمامہ میں سیاہ وسبز رنگ (باندھنا)، اور پاجامہ (یا شلوار) اور پیراہن (پہن کر)، اور سیاہ وسبز چادر اوڑھ کر بادشاہوں اور مالداروں کے گھر نہ جائے کہ ممنوع ہے۔

---

[1] یعنی جو شخص تکبر و بڑائی کے ارادے سے قیمتی کپڑا پہن کر چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے ذریعے لوگوں میں مُعزّز و مشہور بنائے (أشعة اللمعات، كتاب اللباس، الفصل الثاني)

[2] جس کے ذریعے سے اسے ذلیل ورسوا کرے گا۔ ہوسکتا ہے کہ ثوب مذلة میں اضافت بیانیہ ہو یعنی اُسے بے عزتی اور ذلّت کا حامل بنائے گا اور لوگوں کی نظر میں خوار وفقیر بنائے گا، بعض شارحین نے فرمایا شہرت کے کپڑے سے مراد وہ بعض حرام کپڑے ہیں جن کا پہننا جائز نہیں ہے، بعض نے فرمایا وہ کپڑے مراد ہیں جو تکبر و بڑائی، فقراء کی تذلیل اور ان کے دل توڑنے کے لئے پہنے جائیں یا زہد و پاکدامنی کے اظہار کے لئے پہنے جائیں، بعض نے فرمایا وہ اعمال مراد ہیں جو ریا کاری اور اپنے آپ کو مشہور کرنے کے لئے کئے جائیں انہوں نے کہا کہ کپڑے کا اطلاق عمل پر عام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلا مطلب زیادہ ظاہر اور سیاق حدیث کے زیادہ مناسب ہے (أشعة اللمعات، كتاب اللباس، الفصل الثاني)

ٹوپی کا بیان:

ٹوپی کی دو قسمیں ہیں ایک لاطیہ دوسری ناشرہ، لاطیہ اُسے کہتے ہیں جو سر کے ساتھ متصل ہو، آنحضرت ﷺ نے اسے بھی اپنے سر مبارک پر رکھا ہے اور ناشرہ اُسے کہتے ہیں جو سر کے ساتھ متصل نہ ہو بلکہ اوپر کو اُٹھی ہوئی ہو اور وہ سیاہ طاقیہ (ٹوپی کی ایک قسم) ہے اور رسول خدا ﷺ نے اسے بہت کم اپنے سر مبارک پر رکھا ہے[1] اور بعض مشائخ اسے پہنتے ہیں یہ جائز ہے، آنحضرت ﷺ کی ٹوپی لاطیہ ہوتی جو کہ عمامے کے نیچے پہنتے تھے اور کبھی عمامہ بغیر لاطیہ کے باندھتے[2]۔

عمامہ باندھنے کا طریقہ:

اور آنحضرت ﷺ کا عمامہ باندھنا گول حلقہ ہوتا گنبد نما (یعنی عمامہ کی شکل گنبد نما ہوتی) چنانچہ علماء و شرفاء عرب عمامہ اسی طریقہ پر باندھتے ہیں۔

قمیص کا بیان:

آنحضرت ﷺ اکثر قمیص زیب تن فرمایا کرتے[3] اور کبھی سُرخ حُلّہ (پوشاک) اور حُلّہ

---

[1] علامہ ابوالشیخ اصفہانی نے اپنی کتاب ''اخلاق النبی ﷺ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی کہ حضور ﷺ کے پاس تین قسم کی ٹوپیاں تھیں، ایک سفید روئی کے استر والی، ایک منقش یمنی چادر کی ٹوپی اور ایک کانوں والی ٹوپی جسے آپ سفر میں پہنا کرتے تھے اور نقل کرتے ہیں کہ حریز بن عثمان کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن بسر سے ملا اور ان سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کی، تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس تین قسم کی ٹوپیاں دیکھی ہیں، یمنی ٹوپی، کانوں والی ٹوپی اور سر سے لگی ہوئی ٹوپی (ذكر قلنسوته ﷺ)

[2] شیخ محقق علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی ﷺ بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے تھے بلکہ آپ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کبھی عمامہ بغیر لاطیہ کے باندھتے تھے نہ کہ یہ فرمایا کہ حضور ﷺ کبھی عمامہ بغیر ٹوپی کے باندھتے کیونکہ ''بغیر لاطیہ'' کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ ٹوپی تو ہوتی مگر وہ لاطیہ نہیں ہوتی تھی۔

[3] حدیث شریف میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ترین لباس قمیص تھا، اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن: ۴۰۲۵، امام ترمذی نے اپنی جامع: ۱۷۶۲، اور امام خطیب تبریزی نے ''مشکوۃ المصابیح'' کے کتاب اللباس، الفصل الثانی میں نقل فرمایا ہے۔ کیونکہ قمیص نبی اکرم ﷺ کو زیادہ پسند تھی اس لئے کہ اس میں کئی حکمتیں، اسرار و انوار ہوں گے جو دوسرے کپڑوں میں نہیں ہوں گے، جیسے کہ دوسرے مستحبات کا بھی یہی حکم ہے۔ (أشعة اللمعات، كتاب اللباس، الفصل الثانی)

پہننے کے دو کپڑوں سے عبارت ہے[1] اور سرخ سے مراد یہ ہے کہ اس میں سرخ لکیریں ہوں نہ کہ وہ خالص سرخ ہو کیونکہ خالص سُرخی ممنوع ہے جسے جلانے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا "إِنَّ هٰذَا لِبَاسُ الْكُفَّارِ"، (یعنی، بے شک یہ کافروں کا لباس ہے) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کو میں نے دیکھا کہ بہترین (یعنی بیش قیمت) جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھے فرمایا اگر کوئی حق تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے لئے شان وشوکت اور زیب و زینت دینے والا لباس پہنے تو ثواب پائے گا اور اگر فخر وغرور کے لئے پہنے تو عذاب پائے گا۔

اور "خلاصہ" میں ہے خوش وضع لباس پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ وہ تکبّر نہ کرتا ہو اور "مجمع النوازل" میں ہے خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ قِيْمَتُهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ وَزْنًا، وَقَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ قِيْمَتُهُ أَرْبَعْمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ (یعنی، رسول اللہ ﷺ ایک روز باہر تشریف لائے حالانکہ آپ پر ایک چادر تھی جس کی قیمت وزن کے حساب سے ہزار درہم تھی اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے جبکہ آپ پر ایک چادر تھی جس کی قیمت چاندی کے چار لاکھ درہم تھی)۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ایسی چادر استعمال فرماتے جس کی قیمت چار سو (۴۰۰) سونے کے دینار تھی اور اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے جب تم اپنے وطن لوٹو تو اپنے اوپر اچھے اچھے قیمتی کپڑے لازم سمجھو۔

اور آنحضرت ﷺ نے نقشدار جامہ زیب تن فرمایا نیز جامۂ سیاہ بھی پہنا ہے اور کھال کا کُرتا بھی زیب تن فرمایا ہے جس کی اطراف سندس (دیبا) سے سلی ہوئی تھیں۔

اور "قنیہ" میں ہے کہ طویل عمامہ سر پر باندھنا اور (زیادہ) کشادہ کپڑے پہننا ان علماء کے حق میں اچھا ہے جو اَعْلَامُ الْهُدٰى (یعنی ہدایت کے جھنڈے) ہیں سوائے عورتوں کے (یعنی عورتوں کے حق میں زیادہ کشادہ کپڑے پہننا مناسب نہیں)۔

مگر جامہ پہننے میں اصل یہ ہے کہ وہ حلال کمائی سے ہو اور وہ جامہ جو حرام کمائی سے

[1] حلّہ تہبند اور اوپر لینے والی چادر کے جوڑے کو کہتے ہیں (اشعۃ اللمعات، کتاب اللباس، الفصل الاول)

حاصل ہوا ہو، اس میں فرض و نفل کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور لباس میں افضل یہ ہے کہ درمیانہ کپڑا پہنے نہ انتہائی عمدہ اور نہ انتہائی ناقص اور وہ لباس جو لوگوں میں متعارف و مشہور ہے اسے آنحضرت ﷺ نے دو مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا، ایک مرتبہ نجاشی یعنی حبشہ کے بادشاہ نے ہدیۃً آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا، آپ ﷺ نے پہنا اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور دوسری مرتبہ یمن کے تحائف و ہدایا میں آیا تھا اُسے پہن کر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرما دیا۔

گریبان کا بیان:

اور جیب یعنی اس جامہ کا گریبان بائیں بغل کی جانب سے سِلا ہوا ہو اور اس کے باندھنے کا بند دائیں بغل کی جانب ہو، جیسا کہ اس زمانہ میں معمول اور معروف و مشہور ہے اور "روضۃ المعانی" اور "زاد الفقھاء" جو صاحبِ صحیح بخاری اور امام نووی کی تصنیف ہیں ان میں بھی اسی طریقے سے لکھا ہے کہ لباس کے گریبان کا منہ دائیں ہاتھ کی جانب ہو اور "روضہ" میں ہے گذشتہ زمانے میں جب غازی کفار کے ساتھ جنگ کے لئے جاتے اور ہر وقت غنیمتوں کی طرف سے فرصت نہ پاتے تو راہ چلتے روٹی و کھجور وغیرہ کھانے کی اشیاء کی جیب و گریبان میں حفاظت کرتے اور گھوڑے کی لگام بائیں ہاتھ میں تھامے لقمہ لقمہ اور ایک ایک کھجور دائیں ہاتھ سے نکال کر کھاتے۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جامہ کے گریبان کا یہی دستور تھا، جو لوگ اسے بدعتِ جدیدہ کہتے ہیں وہ (ان کی) ناسمجھی ہے اور بخارا میں اہلِ علم و فضل کُتب کے جزء اور نسخے جیب و گریبان میں رکھ لیا کرتے تھے اور راستے میں جیب و بغل سے نکال کر مطالعہ کرتے اور اپنی راہ چل دیتے، اور سلاطین و علمائے دین اور صلحائے اہل صدق و یقین کی مجالس میں کھانے سے فراغت کے بعد تبرّکاً و تیمناً روٹی (کا کچھ ٹکڑا) گریبان و بغل میں محفوظ کر لیتے تاکہ ہر خاص و عام جو اپنے گھر جائے، اپنے اہلِ خانہ کو تبرّک سے نوازے اور رومال و نقدی کو جیب و گریبان میں محفوظ کرتے۔ ان تمام (کاموں میں) دائیں ہاتھ کا استعمال دائیں

ہاتھ کی طرف کے گریبان سے ہوتا اور اگر قمیص کے گریبان کا منہ بائیں جانب ہوتو بائیں جانب دائیں ہاتھ کے استعمال میں بہت حرج ہوگا اور گریباں کا منہ بائیں ہاتھ کی جانب رکھنا اسلام کے ممنوعات سے ہے، کہ مجوسیوں اور آتش پرستوں کا طریقہ ہے۔ بادشاہِ اسلام اور قاضیٔ اسلام کو چاہئے اس طریقہ سے کہ گریبان کا منہ بائیں جانب ہوتو منع اور زجر کرے (یعنی مار و جھڑکی وغیرہ کے ذریعے روکے)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص گواہی دینے کے لئے عدالت میں آیا جبکہ اس کے گریبان کا منہ اور باندھنے کا بند بائیں جانب تھا، قاضیٔ شرع نے اس کی گواہی ردّ (یعنی نامنظور) کردی اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ جو علماء میں معتمد اور اپنے وقت کے شیخ تھے، انہوں نے بھی (اپنے مکتوب (۹۱) میں) اسی طرح لکھا ہے کہ قمیص میں گریبان دائیں جانب سینا سنّت ہے اس لئے کہ سیدھا ہاتھ اس میں آسانی سے جا سکے، قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بیان میں ہے: ﴿وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ﴾ [النمل: ۱۲/۲۷] ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال نکلے گا سفید چمکتا (کنزالایمان)

اہلِ اسلام جو جامہ یا جیب سیتے ہیں اس میں بہت سے فائدے ہیں، بوقت ضرورت کنگھی اور دیگر چیزیں اس میں رکھ سکتے ہیں اور دائیں ہاتھ سے اُسے نکال سکتے ہیں اور عرب میں قصب الجیب کا استعمال ہے اس میں بھی عمل دائیں ہاتھ پر ہے۔

قمیص وغیرہ پہننے کا طریقہ:

اور قمیص، کُرتا اور جُبہ پہننے میں سنّت یہ ہے کہ پہلے دائیاں ہاتھ دائیں آستین میں داخل کرے پھر بایاں ہاتھ بائیں آستین میں۔

رداء: چادر کا بیان:

رداء و چادر دائیں ہاتھ سے بائیں کندھے پر ڈالے جیسا کہ معمول ہے اور میت کا لفافہ بھی اسی طریقہ سے لپیٹتے ہیں کیونکہ مُردہ کا لفافہ زندہ کی چادر و رداء کا حکم رکھتا ہے اور یہ طریقہ اکثر

کُتُبِ فقہ میں لکھا ہوا ہے۔ اور وہ لوگ جو قیاس کرتے ہوئے قمیص کو رداء و چادر پہننے پر محمول کرتے ہیں خلافِ شرع ہے اور بدعت (یعنی غیر سنّت) کو رواج دیتے ہیں اس طریقہ سے بچنا چاہئے تاکہ ثواب پائیں اور عذاب سے بچیں۔

٣٨٩

اور کُرتہ، جُبّہ اور خرقہ[۱] میں آستین کشادہ کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنّت اور متقدمین مشائخ کا طریقہ ہے تاکہ بوقتِ وضو اور دوسرا کوئی کام کرتے وقت آستین بآسانی اوپر چڑھا سکیں اور اگر چاہیں تو تسبیح یا کوئی اور چیز بھی آستین میں رکھ سکیں اور آستین کے آخر اور قمیص کے پائیدان میں سنجاف سینا سنّت ہے اور صحابہ کرام اور تابعین عظام علیہم الرضوان جو کُرتے اور جُبّے کو فراخ و کشادہ رکھتے تھے اس لئے کہ ان کے بدن ریاضت و مشقت اور قیام و صیام میں بہت زیادہ لاغر و ضعیف رہتے تھے، لہٰذا وہ اپنی ہیبت و دلیری (کو قائم رکھنے) کے لئے (کشادہ لباس) پہنتے تھے تاکہ دشمنوں اور کافروں کی نظر میں حقیر نہ ٹھہریں اور انہوں نے جو کچھ بھی کیا وہ اپنے نفس کی خاطر نہ کیا بلکہ دین کی ترویج و استقامت کے لئے کیا۔

قبا کا بیان:

قبا اس جامہ کو کہتے ہیں جو گریبان دار ہو اور وہ عرب و عجم میں متعارف ہے اور عرب و عجم میں اس کا استعمال بہت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے پہنا ہے اس کے گریبان کا منہ اور اس کے باندھنے کے فیتے دائیں ہاتھ کو ہوتے تھے اور جُبّہ رومیہ بھی جس کی آستین تنگ ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ نے زیب تن فرمایا ہے اور بوقتِ وضو ہاتھ آستین سے باہر نکال لیا کرتے یعنی وہ جُبّہ اتنا تنگ تھا کہ ہاتھ آستین سے باہر نکالے بغیر دھونا آسان نہ تھا اور ثابت ہے کہ آپ نے اسے سفر میں زیب تن فرمایا اور اسی پر اتفاق ہے اور کبھی جُبّہ و قبا گھُنڈی دار زیب تن فرمایا ہے، قبا کو کبھی گھُنڈی دار سیتے ہیں جیسا کہ اس زمانے میں گھُنڈی دار جامہ قادری کے نام سے مشہور ہے۔

---

[۱] قولہ: خرقہ، پرانا جامہ، گدڑی، فقیروں کا لباس

قمیص کی جیب کا بیان:

ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قمیص کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا چنانچہ کثیر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدّثین نے اس کی تحقیق کی ہے، تمام دیارِ عرب خلفاً عن سلفِ ابتدائے یمن سے انتہائے مغرب تک کا عُرف اس پر ہو چکا ہے اور بعض لوگ جنہیں سنّت کا علم نہیں ہے وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ سینہ پر گریبان نکالنا بدعت ہے کیونکہ عجم[1] کے بعض شہروں میں سینہ پر گریبان رکھنا عورتوں کی عادت بن گئی ہے بعض فقہاء نے عورتوں کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے اس پر کراہت کا حکم لگایا ہے، اس میں کوئی شک نہیں یہ عادت (یعنی عورتوں کا سینہ پر گریبان رکھنا) حادث (یعنی یہ عادت بعد میں پیدا ہوئی) ہے اور تحقیق یہی ہے کہ نبی ﷺ کے پیراہن کا گریبان سینہ مبارک پر ہوتا تھا، فقہائے کرام نے جو کندھوں پر گریبان کے شگاف کو مقرر کیا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے گریبان جیب کے برعکس ہے اور اس مقدمہ کو میں نے ''مشکوۃ المصابیح'' کے فارسی ترجمہ اور اس کی عربی شرح[2] میں نہایت وضاحت سے لکھا ہے اور اگر کبھی کندھوں پر شگافِ گریبان والا پیراہن آنحضرت ﷺ نے زیبِ تن فرمایا ہو اور اس کی سند فقہاء کو پہنچی ہو مگر علمائے حدیث کے مطابق سند قطعی کی کوئی جگہ نہیں (یعنی ان کے اصول کے مطابق قطعی سند کہیں نہیں)۔

خرقہ وفرجی کا بیان:

خرقہ، فرجی[3] (قبا کی ایک قسم ہے) اور لباچہ[4] (بالا پوش) جو علماء، مشائخ اور صلحاء پہنتے ہیں اگرچہ اس باب میں (یعنی اس کے متعلق) سند قوی نہیں ہے اور آنحضرت ﷺ کے (ظاہری) زمانۂ مبارکہ میں یہ لباس نہیں تھا، اگر کوئی پہنے تو مباح ہے کوئی حرج نہیں اور کہتے ہیں کہ فرجی کا

---

[1] عُجم: بفتحتین غیرعرب ملک خصوصاً بمعنی ایران وتوران اور غیرعرب لوگوں کو بھی عجمی کہتے ہیں (غیاث اللغات)

[2] فارسی ترجمہ کا نام ''أشعة اللمعات'' اور عربی شرح کا نام ''لمعات التنقیح'' ہے۔

[3] فرجی: یہ قبا کی ایک قسم ہے جس کے فیتے نہیں ہوتے بعض اس کے آگے بند لگا لیتے ہیں اور اکثر اس کو کپڑوں کے اوپر پہنتے ہیں (غیاث اللغات)

[4] لباچہ: بمعنی فرجی جو کپڑوں کے اوپر پہنتے ہیں اور بظاہر وہ قبا کی ایک قسم ہے (غیاث اللغات)

واضع (یعنی ایجاد کرنے والا) فرعون ہے، مگر یہ (بات) کُتُبِ معتبرہ میں نہیں دیکھی گئی اور نہ ہی پایۂ ثبوت کو پہنچی، لازم ہے کہ نماز کے وقت اس کی آستین پہنے رہیں نیچے نہ لٹکائیں اس لئے کہ یہ مکروہ ہے۔

اِزار کا بیان:

اور آنحضرت ﷺ کا تہبند مبارک ناف کے اوپر سے ٹخنوں کے اوپر تک ہوتا تھا اور اسی قدر مسنون ہے اور ناف (کے نیچے) سے گھٹنوں (سمیت) ستر (یعنی ڈھانکنا) فرض ہے، بعض نے ناف کو سترِ عورت (یعنی جس کا چھپانا فرض ہے) قرار نہیں دیا کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ناف کو آنحضرت ﷺ نے بوسہ دیا ہے۔ اسی قیاس پر سراویل (پاجامہ یا شلوار) ہے۔ جو سراویل عَجم میں متعارف ہے اسے شلوار کہتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کی اِزار کی مقدار کے برابر ہونی چاہئے اگر ٹخنوں سے دو تین شکن نیچے ہو تو بدعت و گناہ[1] ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَا یَنظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ إِلٰی مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَراً"، یعنی، خُدائے ﷻ بروزِ قیامت اس شخص کی جانب نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جو تکبّر، فضول خرچی اور نعمت کی ناشکری کے طور پر اپنی چادر گھسیٹے اور اسے (یعنی چادر، شلوار یا پاجامہ) لمبا کرے۔ اِس قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر (چادر کا لمبا ہونا) از روئے تکبّر نہ ہو، بلکہ کسی عذر کی وجہ سے ہو مثلاً (چادر کو) مرض اور تکلیف کی وجہ سے لمبا[2] کیا ہو (تو حرج نہیں)[3]۔

اور فقہاء کے نزدیک اِزار جو ٹخنوں سے نیچے ہو حرام ہے اور محض بدعت ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ"، (یعنی، جو شخص

1. جبکہ پہننے والے نے تکبراً پہنی ہو یا فضول خرچی کے طور پر یا نعمت کی ناشکری کے طور پر۔
2. جیسے موٹاپا اور پیٹ کا بڑا ہونا بھی ایسا عذر ہے جس کی بنا پر شلوار وغیرہ نیچے گر جاتی ہے۔
3. اس کے تحت مصنف اپنی کتاب "أشعة اللمعات" شرح مشکوٰۃ کے کتاب اللباس میں لکھتے ہیں: اس قدر سے معلوم ہوا کہ اگر اس طرح نہ ہو (یعنی از راہِ تکبّر، فضول خرچی اور نعمت کی ناشکری کے طور پر نہ ہو) تو حرام نہیں ہے، تاہم مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کسی عذر مثلاً بیماری یا سردی کی بناء پر ہے تو چاہئے کہ مکروہ نہ ہو۔

بطورِ تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر (عنایت) نہیں فرمائے گا)[1]۔

[1] یہ وعید اس صورت میں ہے کہ جب ازار کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا بطورِ تکبر ہو ورنہ حرج نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی اجازت مرحمت فرمائی جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الدیباج" میں اس حدیث کو نقل فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا: وقد رخص ﷺ فی ذلك لأبی بكر حیث كان جره لغیر الخیلاء۔ (یعنی تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اس معاملہ میں رخصت عطاء فرمائی کیونکہ آپ کا لٹکانا بغیر تکبر کے تھا) اور اگر کپڑا موڑ کر شلوار اونچی کی یعنی اوپر سے خرس لی یا نیچے سے پائنچہ موڑ دیا، تو کپڑے کے موڑنے یعنی کفِ ثوب کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوگی۔ چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بخاری شریف میں اس مسئلہ میں ایک باب متعین فرمایا ہے اور باب کا نام رکھا ہے باب لا یكف ثوبه فی الصلوة یعنی، نمازی حالتِ نماز میں اپنا کپڑا نہ موڑے، کا بیان۔ اور اس باب کے تحت حدیث شریف نقل کی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "أُمِرْنَا أَنْ نَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا نَكُفَّ ثَوْباً وَلَا شَعْراً" (صحیح البخاری، کتاب (۱۰) الأذان، باب (۱۳۳) السجود علی سبعة أعظم، الحدیث: ۸۱۰) یعنی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیں حکم ہوا کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور اپنے کپڑے اور بال نہ موڑیں۔ اسی حدیث کو امام مسلم وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کے بارے میں امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے فرمایا کہ هذا حدیث حسن صحیح یعنی، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں فدلّ الحدیث علی كراهة الصلاة وهو معقوص الشعر ولو عقصه وهو فی الصلاة فسدت صلاته واتفق الجمهور من العلماء أن النهی لكل من یصلی كذلك سواء تعمده للصلاة أو كان كذلك قبلها لمعنی آخر۔ ملخصاً (عمدة القاری شرح صحیح البخاری تحت الحدیث المذكور) یعنی، پس یہ حدیث اس حالت میں نماز پڑھنے کی کراہت پر دلالت کرتی ہے اور اگر یہ کام نماز کے اندر کیا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور جمہور علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کا (کفِ ثوب اور کفِ شعر کا) منع فرمانا ہر اس نمازی کے لئے ہے جو اس طرح نماز پڑھے خواہ وہ قصداً نماز کے لئے ہی ایسا کرے یا پہلے سے ایسا کئے ہوئے ہو۔ اور امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں ثم مذهب جمهور العلماء أن النهی مطلقاً لمن صلّی كذلك سواء تعمد للصلاة أم كان قبلها كذلك الخ (شرح صحیح مسلم للنووی) یعنی، جمہور علمائے کرام کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان میں نہی (منع کرنا) مطلقاً ہے جو ہر ایسے نمازی کے لئے ہے جو اس طرح نماز پڑھے چاہے قصداً اس نے نماز کے لئے ایسا کیا ہو یا پہلے سے ایسے کئے ہوئے ہو۔ انہی احادیث کریمہ کی روشنی میں فقہائے کرام نے کفِ ثوب، کفِ شعر (کپڑا یا بال موڑنا) اور تکبر سے پائنچے لٹکانے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں وکـــــــــــره =

اور فرمایا: "مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَهُوَ فِي النَّارِ"، (یعنی، تہبند کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ کی آگ میں ہے)[1]۔

= كفه أي رفعه ولو لتراب كمشمر كُمٍّ أو ذيل اور اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں أي كما لو دخل فى الصلاة وهو مشمر كمه أو ذيله، وأشار إلى أن الكراهة لا تختص بالكف وهو في الصلاة (الدر المختار، ورد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: في الكراهة الخ) یعنی، اور کفِ ثوب مکروہ ہے یعنی کپڑا اُٹھانا اگرچہ مٹی سے بچانے کے لئے ہو جیسے آستین اور دامن موڑنا اگر ایسی حالت میں نماز میں داخل ہوا کہ اس کی آستین یا اس کا دامن موڑا ہوا تھا اور اس قول سے اس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ موڑنا حالت نماز کے ساتھ مخصوص نہیں خواہ نماز شروع کرنے سے قبل یا دورانِ نماز ہو، تمام صورتوں میں مکروہ ہے۔

[1] مصنف علیہ الرحمہ اپنی کتاب "أشعة اللمعات" کے كتاب اللباس، الفصل الأول میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں "یعنی قدم کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے نیچے ہے اور اس پر تہبند بطور فخر لٹکایا ہوا ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل مذموم ہے اور اہل نار کے افعال میں سے ہے۔ اسی طرح علامہ طیبی (شارح مشکوۃ المصابیح) نے بیان کیا،

تنبیہ: خیال رہے کہ اکثر طور پر گھسیٹنے اور لٹکانے کی مذمت تہبند کے بارے میں واقع ہوئی ہے اور اس پر شدید وعید واقع ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ تہبند لٹکانے والے کو اس حال میں ادا کی گئی نماز اور وضو کے لوٹانے کا حکم دیا جیسا کہ مشکوۃ شریف کے ابتدائی حصے میں گزرا۔ احادیث میں آیا ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات سب بخش دیئے جاتے ہیں سوائے والدین کے نافرمان، عادی شرابی اور چادر لٹکانے والے کے، اور تحقیق یہ ہے کہ لٹکانا تمام کپڑوں میں پایا جاتا ہے، جو کپڑا سنت کی موافقت اور حاجت سے زیادہ ہو وہ اسبال (لٹکانے) میں داخل ہے؛ تہبند کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں یہ عمل عموماً زیادہ واقع ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں اکثر لوگوں کا لباس تہبند اور اوپر لینے والی چادر تھا، دوسری فصل میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لٹکانا تہبند، قمیص اور عمامہ میں پایا جاتا ہے۔ جس نے ان میں سے کسی چیز کو بطور تکبر لٹکایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔ اس حدیث سے پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مذکور میں مطلق کپڑے کے گھسیٹنے کا ذکر ہے۔ تہبند میں اصل یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو۔ نبی کریم ﷺ کا تہبند اسی طرح ہوتا تھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مومن کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہے اور ٹخنے سے اوپر تک رخصت ہے، قبا اور پیراہن کے دامن کا بھی یہی حکم ہے۔ آستین میں سنت یہ ہے کہ ہاتھ کے جوڑ تک ہو، عمامہ میں لٹکانا یہ ہے کہ شملہ لمبائی میں عادت سے زیادہ ہو اس کی انتہا یہ ہے کہ نصف پشت تک ہو، اس سے زیادہ بدعت ہے اور لٹکانے کے فعلِ حرام ہونے میں داخل ہے۔ عرب کے بعض علاقوں میں جو لمبائی اور چوڑائی میں زیادتی پائی جاتی ہے خلافِ سنت ہے، اور اگر بطور تکبر ہو تو حرام (یعنی مکروہ تحریمی) ہے۔ اور جو عرف و عادت اور کسی قوم کی علامت کے طور پر عام ہو جائے تو اس میں حرج نہیں اگرچہ زیادتی کراہت (یعنی کراہت تنزیہی) سے خالی نہیں ہے الخ

آستین کا بیان:

اورآنحضرت ﷺ کے مبارک پیراہن، جامہ، قبااور جُبّہ کی آستین کبھی کلائی کے جوڑ (یعنی پہنچے) تک اور کبھی انگلیوں کے سروں تک گرمی اور سردی کے دنوں کے موافق مقرر ہوتی۔ کبھی ان دونوں (یعنی گرمی وسردی) کے لحاظ کے بغیر بھی ہوتی اور آنحضرت ﷺ کا مبارک جامہ اور قباء کمر کے شکن کے بغیر ہوتا۔ اور کمر کا شکن زینت ہے اور آنحضرت ﷺ کے مبارک جامے زائد بندوں کے بغیر ہوتے یعنی کاج کے علاوہ جامہ کا باندھنا کسی اور چیز سے نہ تھا اور علماء متأخرین نے اس بارے میں لا بأس (یعنی، کوئی حرج نہیں) فرمایا ہے۔

ریشمی لباس کا حکم:

ریشمی لباس پہننا مَردوں کو حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ"۔[1] (یعنی، جس (مرد) نے دنیا میں ریشم پہنا تو آخرت میں اسے نہیں پہنے گا) اور رسول اللہ ﷺ نے چار انگل سے زیادہ ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ إِلَّا فِيْ مَوْضَعِ أُصْبَعٍ أَوْ أُصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعَ، (یعنی، رسول اللہ ﷺ نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر ایک یا دو یا تین یا چار انگلیوں کی مقدار)[2] اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

---

[1] یہ حدیث چار صحابہ علیہم الرضوان سے مروی ہے حضرت عمر، انس، ابن زبیر اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں صرف وہی ریشم پہن سکتا ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں رواہ البخاری ومسلم (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الاول) یعنی جس کے لئے آخرت کی نعمتوں میں سے کوئی حصہ نہیں، یا آخرت کے عقیدے سے کوئی حصہ نہیں ہے یا آخرت میں ریشم پہننے والوں کے لئے کوئی حصہ نہیں جیسا کہ گذشتہ حدیث میں فرمایا وہ آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا۔ (أشعة اللمعات شرح مشكوة، كتاب اللباس، الفصل الاول)

[2] اس حدیث کے تحت مصنف اپنی کتاب "أشعة اللمعات شرح مشكوة"، كتاب اللباس، الفصل الأول میں لکھتے ہیں "ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں دو انگلی سے زیادہ ریشم کا استعمال جائز نہ ہو بعد ازاں چار انگشت تک اجازت دے دی۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ چہار انگشت سے زیادہ جائز نہیں۔ احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔ اتنی مقدار سے مراد یہ ہے کہ ایک جگہ نہ ہو، مطلب یہ نہیں تمام کپڑے سے اگر جمع کریں تو چہار انگشت تک پہنچے"۔

أَخَذَ حَرِيْراً فَجَعَلَهُ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَأَخَذَ ذَهَباً فَجَعَلَهُ فِيْ شِمَالِهٖ، فَقَالَ: "إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلىٰ ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ"، (یعنی، نبی ﷺ نے ریشم اپنے دائیں ہاتھ میں اُٹھا کر رکھا اور سونا بائیں ہاتھ میں اور فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مَردوں پر حرام ہیں)۔

اور ریشمی لباس مَردوں اور بچوں[1] کو پہننا حرام ہے مگر عورتوں اور نابالغہ لڑکیوں کو جائز ہے اور اگر خارش اور جرب[2] (کھجلی) دور کرنے کی غرض سے اور دفعِ سوداء کے لئے پہنا تو جائز ہے نیز جوئیں دور کرنے کے لئے ریشمی کپڑا پہنے تو اس میں کوئی حرج نہیں[3]۔ اور اگر معجون میں ریشم ملا کر کھائے تو جائز ہے۔ اور ریشمی لباس صحابیِ رسول ﷺ حضرت زبیر بن العوام اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے لئے مباح تھا کیونکہ جوؤں کی وجہ سے ان کے بدن میں خارش تھی۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ریشم پہننا حرام ہے سوائے حاجت و مصلحت کے اور یہی مذہبِ شافعی ہے اور امام مالک کے نزدیک اصلاً جائز نہیں اور (علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے) "ہدایہ" میں فرمایا اور صاحبین کے نزدیک ریشم اور دیبا (ایک قسم کا ریشمی کپڑا) جنگ میں پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ (ریشم) ہتھیار کی سختی کو دور کرنے والی چیز ہے اور دشمن کی

---

۱ بچے کو اگر ریشمی لباس پہنایا تو گناہ پہنانے والے کو ہوگا اور یہی حکم زیور کا ہے کیونکہ "درمختار" میں ہے کہ جس کا پہننا اور پینا حرام ہے اس کا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے (كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس)

۲ جرب تر خارش کو کہتے ہیں جس سے مواد نکلے۔

۳ مصنف علیہ الرحمہ "أشعة اللمعات" شرح مشكوة، كتاب اللباس، الفصل الأول میں لکھتے ہیں "خیال رہے کہ خارش کا سبب چبھنے والے تیز بخارات ہیں، خشک خارش کا سبب جلے ہوئے صفراء کا خون میں مخلوط ہو جانا ہے اور تر خارش کا سبب بلغم شور (نمکین) کا خون میں مل جانا ہے۔ اکثر طور پر یہ نمکین، میٹھی چیزوں اور گرم سبزیوں کے کھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا علاج طب کی کتابوں میں مذکورہ ہے۔

بعض اوقات جوؤں کی کثرت کی بنا پر بھی ہو جاتی ہے۔ شارحین کہتے ہیں دونوں صحابیوں (حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما) کو جوؤں کی زیادتی کی وجہ سے خارش تھی۔ نبی ﷺ نے اس خارش کا علاج ریشمی کپڑے پہننے سے کیا۔ یہ بھی کہتے ہیں ریشم کے خواص میں سے دل کی تقویت اور فرحت دینا ہے۔ نیز سوداء اور اس سے پیدا ہونے والی بیماریوں کو دفع کرنا ہے اور یہ گرم تر ہے الخ

نظر میں مہیب تر[1] ہے اور امام اعظم امام ابوحنیفہ کے نزدیک اطلاقِ نہی کے سبب سے (ریشمی لباس جنگ میں بھی) مکروہ ہے اور ضرورت مخلوط (یعنی جو ریشم اور سوت سے مِلا کر بُنا ہوا ہو) سے مُندفع (یعنی دور) ہوسکتی ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ خالص ریشم دافع تر (یعنی زیادہ دفع کرنے والا) ہے (نہ کہ مخلوط)۔

معصفر اور مزعفر لباس:

اور مُعَصفَر اور مُزعفَر (یعنی کسم اور زعفران سے رنگا ہوا) لباس خاص طور پر مَردوں کے لئے حرام ہے[2] اور مُعصفر (یعنی کسم میں رنگے ہوئے) لباس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے ان میں سے بعض تو مطلقاً حرام کہتے ہیں اور بعض مباح اور کہتے ہیں کہ اگر بُننے کے بعد رنگا گیا ہو تو حرام ہے اور اگر رنگنے کے بعد بُنا ہو تو مباح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر اس کی بُو زائل ہوگئی ہو تو مباح ہے ورنہ حرام اور بعض کہتے ہیں مجالس و محافل میں اس کا پہننا مکروہ ہے اور اگر گھر میں پہنیں تو مختار ہیں اور (پہننا) درست ہے اور حنفی مذہب کے مطابق اس میں کراہت تحریمی ہے اور

[1] یعنی، دشمن کی نظر میں ایسے شخص کی ہیبت زیادہ ہوتی ہے۔

[2] حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر عُصفُر سے رنگے دو (سرخ) کپڑے دیکھے تو فرمایا یہ کپڑے، کافروں کے کپڑوں کی جنس سے ہیں (یعنی ان کا پہننا کافروں کے لائق ہے) تم انہیں نہ پہنو اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا انہیں دھو ڈالوں؟ فرمایا بلکہ انہیں جلا دو، اور شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں شارحین (حدیث شریف کی شرح کرنے والوں) نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کپڑوں کو جو جلانے کا حکم دیا تو اس سے مراد شاید تاکید تھی کہ ان کپڑوں کو جیسے بھی ہوسکے تجارت یا ہبہ کے ذریعے اپنی ملکیت سے نکال دو، اور اپنے آپ سے جُدا کردو، دھونے کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ عصفر سے رنگا ہوا کپڑا اگرچہ مَردوں کے لئے حرام اور مکروہ ہے لیکن عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے لہٰذا کپڑوں کو دھو کر ان کا رنگ اتارنے میں مال کا ضائع کرنا ہے، اس لئے عورتوں کو دے دو یا بیچ دو یا کسی کو ہبہ کردو تاکہ دوسری عورتیں ان سے نفع حاصل کریں ایک روایت میں آیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے ظاہر امر کے پیشِ نظر جا کر ان کپڑوں کو جلا دیا۔ دوسرے دن دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال بیان کی تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: تم نے وہ کپڑے اپنے گھر والوں کو کیوں نہ پہنا دیئے؟ کیونکہ یہ کپڑے عورتوں کو پہننا جائز ہے، رواہ ابوداؤد (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی) اس روایت کے قرینہ کی بنا پر جلانے کو خلاف ظاہر پر محمول کیا ہے الخ (أشعة اللمعات شرح مشكوة، كتاب اللباس، الفصل الأول)

اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے[1]۔

سُرخ لباس:

اور سُرخ رنگ جو مُزعفر نہ ہو اس میں اختلاف ہے اور شیخ قاسم حنفی جو مصر کے اکابر علمائے متأخرین میں سے ہوئے ہیں (اور علامہ قسطلانی کے استاد ہیں) انہوں نے تحقیق فرمائی اور فتویٰ دیا کہ حرمت رنگ کی بنا پر ہے لہٰذا ہر سُرخ رنگ (مرد کے لئے) حرام و مکروہ ہوگا[2]۔

اور آنحضرت ﷺ نے گلیم (کمل چادر) زیبِ تن فرمایا ہے: وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، یعنی، رسول اللہ ﷺ پر ریشم یا سیاہ بالوں کی یا کتان یا خز کی ایک چادر تھی، قاموس میں ہے مِرحل بکسرِ میم و سکونِ را کے ساتھ اُون یا کتان کی چادر ہے اور ''نہایہ'' میں ہے مِرْطٌ اُون کی ہوتی ہے اور خز کی بھی، اور اس کے علاوہ کی بھی ہوتی ہے اس مقدمہ کی شرح و بسط ہم (یعنی شیخِ محقق شاہ عبد الحق محدّث دہلوی) نے ''مشکاۃ المصابیح'' کے ترجمہ (أشعة اللمعات) میں کی ہے وہاں ملاحظہ کیجئے۔

موزہ کا بیان:

موزے کا سیاہ رکھنا سنّت ہے اور زرد کی رخصت ہے اور سُرخ بدعت (یعنی غیر مسنون) ہے، حدیث شریف میں ہے: لِأَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدىٰ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا، یعنی، کیونکہ (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی نے نبی کریم ﷺ کو دو سادہ سیاہ موزے ہدیۃً بھیجے تو آپ ﷺ نے انہیں زیبِ قدم فرمایا اور ان پر مسح

---

[1] اسی طرح ''أشعة اللمعات'' شرح مشکوۃ (کتاب اللباس، الفصل الأول) میں بھی ہے۔

[2] اس موضوع پر علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ۱۱۷۴ھ کی عربی میں ''القول الأنور فی بیان حکم لبس الأحمر'' کے نام سے ایک مستقل تصنیف ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ بمع تحقیق و تخریجِ احادیث ادارہ ''دار إحیاء العلوم''، کراچی کی نئی آنے والی اشاعتوں میں شامل ہے۔

فرمایا۔ موزہ پرمسح[1] سُنّتِ رسول ﷺ سے ثابت ہے اور اسے وہی ترک[2] کرتا ہے جو گمراہ یا بدعتی ہوگا۔ اگر موزے طہارت کاملہ پر پہنے ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے یعنی معذور و متیمم (یعنی تیمم کئے ہوئے) نہ ہو کیونکہ ان کی طہارت ناقص ہے اور اگر کوئی مسلمان پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر حدث کے بعد پورا وضو کرے تو ہمارے امام کے نزدیک اُسے موزے پر مسح کرنا جائز ہے اور جوراب پہننا بھی جائز ہے کہ موزہ کے حکم میں ہے۔

نعل کا بیان:

اور نعل (جوتی، پاپوش) پہننا سنّت ہے: عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ: كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟، قَالَ: كَانَ لَهُمَا قِبَالَانِ، (یعنی، حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس ﷺ سے عرض کی کہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک کیسے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی نعلین میں دو قِبال[3] (یعنی دو تسمے یا فیتے) تھے۔ قِبال بمعنی دوالِ نعلین (چمڑے کا تسمہ) کے ہے، جو دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے اسے شِراک بھی کہتے ہیں۔

---

[1] جس موزے پر مسح جائز ہے اس کی ''چند شرطیں ہیں۔ (۱) موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں اس سے زیادہ ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر وہ ایک انگل کم ہو جب بھی مسح درست ہے ایڑی نہ کھلی ہو۔ (۲) پاؤں سے چپٹا ہو کہ اسکو پہن کر آسانی کے ساتھ خوب چل سکیں (۳) چمڑے کا ہو یا صرف تلا چمڑے کا اور باقی کسی اور دبیز چیز کا جیسے کرچ وغیرہ **مسئلہ** ہندوستان میں جو عموماً سوتی یا اونی موزے پہنے جاتے ہیں ان پر مسح جائز نہیں ان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے (۴) وضو کر کے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص باوضو ہو خواہ پورا وضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر پہنے بعد میں وضو پورا کرلیا''۔ (بہارِ شریعت، حصہ (۲)، موزوں پر مسح کے مسائل)۔

[2] موزے پر مسح کے جواز اور اس کے سنّت سے ثابت ہونے کا انکار کرنے والا گمراہ اور اہلسنّت سے خارج ہے

[3] قِبال: قاف کے نیچے زیر، وہ فیتہ جو دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کے مبارک جوتے کے فیتے تھے ایک فیتہ انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان دوسرا چھنگلی کے ساتھ والی انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیان رکھتے، علامہ جزری نے ''تصحيح المصابيح'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے جسے سید جمال الدین محدّث نے ''روضة الاحباب'' میں نبی اکرم ﷺ کے نعل مبارک اور اس کی تصویر کے بیان میں تحقیق فرمائی ہے۔ (أشعة اللمعات، كتاب اللباس، الفصل الأول)

ننگے پاؤں چلنے کا بیان:

اعلانِ نبوّت سے قبل آنحضرت ﷺ ایامِ عُسرت (یعنی ظاہری تنگی کے دنوں) میں ننگے پاؤں چلا کرتے تھے اور ابتدائے اعلانِ نبوّت سے انتہائے مرضِ وصال با کمال تک برہنہ پا کبھی بھی نہ چلے سوائے صحنِ کعبہ اور اسی طرح جائے عبادت میں اور بعض اعزّہ صالحین جو کوچہ و بازار میں برہنہ پا چلتے ہیں خلافِ سنّت ہے[1] اور اگر صحرا (یعنی جنگل میں) ہو اور انکسارِ نفس اور تواضع کے لئے برہنہ پا چلے تو جائز ہے یا تنگی کے سبب سے اور افلاس کے باعث جوتے میسّر نہ ہوں (تب بھی جائز ہے)۔

کمر بند باندھنے کا بیان:

اور آنحضرت ﷺ کے اپنی مبارک کمر پر پٹکا باندھنے میں اختلاف ہے اور قمیص پر پٹکے کا باندھنا مکروہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نہیں باندھا ہے اور جنگ و جہاد یا سفر میں کمر بند کا باندھنا ممنوع نہیں چاہے جامہ پر ہو یا پیراہن پر۔

نیا کپڑا کاٹنا اور نیا لباس پہننا:

اور "الــــروضة" میں ہے کہ جب نیا کپڑا کاٹے یا پہنے تو (یہ کام) مبارک ایام میں کرے چنانچہ منقول ہے: "مَنْ قَطَعَ الثَّوْبَ فِيْ يَوْمِ الْأَحَدِ، أَصَابَهُ الْغَمُّ وَلَمْ يَكُنْ مُبَارَكاً، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ كَانَ مُبَارَكاً، وَمَنْ قَطَعَ فِي يَوْمِ الثُّلْثَاءِ سَرِقَهُ السَّارِقُ، أَوْ أَغْرَقَهُ الْمَاءُ أَوْ أَحْرَقَهُ النَّارُ وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْأَرْبَعَاءِ وَسَّعَهُ اللّٰهُ فِي الرِّزْقِ، وَلَمْ يَبْعَثْ مُشَقَّةً إِلَيْهِ، وَيَكُوْنُ لَهُ السَّفِيْنَةُ، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ يَرْزُقُهُ اللّٰهُ الْعِلْمَ وَوَسَّعَ رِزْقَهُ وَيُكَرِّمُهُ عِنْدَ النَّاسِ، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ يَطُوْلُ الْعُمُرُ وَيَزِيْدُ دَوْلَتُهُ، وَمَنْ

---

[1] مقدس سرزمین مثلاً مکّہ مکرّمہ و مدینہ طیبہ میں ادب کے طور پر برہنہ پا چلنا اس حکم میں شامل نہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طورِ سینا کی مقدس وادی میں اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرتے ہیں تو خود رب تعالیٰ انہیں جوتے اُتارنے کا حکم فرماتا ہے: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ پارہ:۱۶، رکوع ۱۵، ترجمہ: تو اپنے جوتے اتار ڈال، بے شک تو پاک جنگل طویٰ میں ہے (کنزالایمان) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک ہی میں سکونت پذیر تھے مگر زندگی بھر آپ نے یہاں جوتے نہیں پہنے (عام کتبِ سیرت)۔ اعلیٰحضرت امامِ اہلسنّت نے "انوار البشارہ" میں تحریر فرمایا کہ "جب حرمِ مدینہ نظر آئے تو بہتر ہے کہ پیادہ ہو لو۔ اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ۔

جائے سر است اینکہ تو پا می نہی   پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا   ارے سر کا موقع ہے او جانے والے"

قَطَعَ فِیْ یَوْمِ السَّبْتِ یَکُوْنُ مَرِیْضاً مَادَامَ الثَّوْبُ فِیْ بَدَنِہٖ"، (یعنی، جو شخص اتوار کے دن کپڑا کاٹے اُسے غم پہنچے گا اور وہ کپڑا (اسکے لئے) مبارک نہ ہوگا، اور جو پیر کے روز کاٹے تو (اسکے لئے) مبارک ہوگا، اور جو منگل کے دن کاٹے تو (اسے) چور چُرا لے گا، یا وہ (کپڑا) پانی میں ڈوبے گا یا اُسے آگ جلا دے گی، اور جو بروز بدھ کاٹے تو اللہ تعالیٰ اس کا رزق کشادہ فرمائے گا اور اس کی طرف مشقت نہیں بھیجے گا اس کے لئے سفینہ ہوگا، اور جو جمعرات کو کاٹے تو اللہ تعالیٰ اُسے علم عطا فرمائے گا اور اس کے رزق کو کشادہ فرمادے گا اور اُسے لوگوں میں مُکرّم بنادے گا، اور جو جمعہ کے دن کاٹے تو اس کی عمر لمبی ہوگی اور دولت زیادہ ہوگی، اور جو ہفتہ کے روز کاٹے تو جب تک کپڑا اس کے بدن پر رہے گا وہ مریض رہے گا)[1]۔

اور "زاد المتورعین" میں مذکور ہے یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اقوال میں سے ہے اور حدیث سے ثابت نہیں مگر حدیث شریف میں اسی قدر ہے کہ نیا لباس شبِ جمعہ یا بروزِ جمعہ بنیتِ نمازِ جمعہ پہنے اور عیدین میں نیا لباس پہنے اگر میسّر ہو سکے، کہ اس میں برکت ہے، اور سنّت ہے کہ جو بھی نیا لباس پہنے اُسے مبارک باد دینا چاہیے کہ اس لباس میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے لطف وکرم سے برکت اور خوشی ہے، اور "الروضۃ" میں ہے جب کوئی شخص نیا لباس پہنے تو دس بار سورت ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ﴾ پڑھ کر پانی پر دم کرے اور اس پانی کے چھینٹے لباس پر مارے کہ برکت ہوگی اور لباس بنیت نماز پہنے، اور نیا لباس پہننے کے بعد شکرانے کے دو رکعت (نفل) پڑھے اور اسکے بعد یہ دعا مانگے: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ، (یعنی، اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے، جس نے مجھے وہ پہنایا جس سے میں نے اپنی شرمگاہ کو ڈھکا اور میں نے اس کے ساتھ اپنی زندگی میں زینت حاصل کی)، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ، (یعنی، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے میری طاقت وقوت کے بغیر یہ کپڑا پہنایا)، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِہٖ تَصْلَحُ الْفَاسِدَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ، (یعنی، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس کی نعمت سے اچھے اعمال پورے ہوتے ہیں اور جس کی رحمت سے خرابیاں زائل ہوتی ہیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں)۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ثَوْباً مُّبَارَکاً

[1] پس ہفتہ، اتوار اور منگل کو احتراز کرنا چاہئے۔

أَشْكُرُ فِيهِ نِعْمَتَكَ وَأَحْسَنُ فِيهِ عِبَادَتَكَ، وَأَعْمَلُ فِيهِ بِطَاعَتِكَ وَأَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ أَلْتَجِئُ إِلَى اللّٰهِ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنِ اسْتِيْلَاءِ النَّفْسِ بِقَلِيْلٍ وَّكَثِيْرٍ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَطْلُبُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ وَالنُّقَى فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعِفَّةَ وَالْغِنٰى وَالتَّوْفِيْقَ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى، (یعنی، ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اے اللہ اسے ایسا مبارک کپڑا بنادے جسے پہن کر میں تیرا شکر ادا کروں اور بہتر طور پر تیری عبادت کروں اور تیری فرمانبرداری کے کام کروں اور میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں اور اللہ کی بارگاہ میں التجاء کرتا ہوں اللہ سے نفس کے کم وبیش غلبے سے پناہ مانگتے ہوئے۔ اے اللہ میں تجھ سے دین ودنیا وآخرت میں گناہوں کی معافی اور کامل صحت اور ہر برائی سے بقاء اور ستھرائی طلب کرتا ہوں اے اللہ میں تجھ سے ایسی ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی، ظاہری، باطنی غِناء اور توفیق کا سوال کرتا ہوں جیسا کہ تجھے پسند ہے اور جس سے تو راضی ہوتا ہے)۔

(جو شخص ایسا کرے) تو یہ لباس ابھی اس کی گردن پر نہ پہنچے گا کہ اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور سنّت ہے کہ جب لباس اُتارے تو اسے لپیٹے اور تہ کرے اور حفاظت سے رکھے ورنہ شیطان اسے پہن لیتا ہے اور موزہ کو بھی حفاظت سے رکھے، اور نیا لباس پہنتے وقت تعوّذ ﴿أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ اور تسمیہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھے اور اگر نیا لباس یا نیا عمامہ یا نئی چادر یا نئے موزے پہنتے وقت سورۂ فاتحہ (﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے آخر تک) پڑھے تو پہننے والے کے بدن میں سرور پیدا ہو اور صحت وعافیت سے رہے اور مرض دور ہو اگر مقروض ہو تو اس سے خلاصی ہو، اور جلد تر دوسرا لباس میسّر ہو اور چاہئے کہ پُرانا لباس کسی فقیر ومسکین کو دے دے اور اگر اہل وعیال مستحق ہوں تو ان کو دے دے کہ اس میں اجر بے حساب اور ثواب بے شمار ہے۔

اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ

تمّت بحمد اللّٰه تعالیٰ ترجمة "كشف الالتباس فی استحباب اللباس"

بعد از ظہر ۲:۵۸، ۳۰ ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ، یکم جولائی ۲۰۰۳ء محمد عطاء اللہ النعیمی عفی عنہ

كَشْفُ الْاِلْتِبَاسِ فِى اسْتِحْبَابِ اللِّبَاسِ

لِلشَّيْخِ الْمُحَقِّقِ الشَّاه عَبْدِ الْحَقِّ بْنِ سَيْفِ الدِّيْن الْمُحَدِّث
الدَّهْلَوِىّ الْبُخَارِىّ الْحَنفِىّ
(المتوفى ١٠٥٢ھ)

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد وستائش الٰہی و پس از نعت وتحیت رسالت پناہی نمودہ می آید کہ ایں رسالہ ایست مختصر در بیان آدابِ لباس حضرت سیّد البشر صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وتابعیہ وتبع تابعیہ الی یوم الحشر والنشر۔ غرض اصلی ومقصد کلی آنست کہ بہرۂ تام وفیضِ عام ازیں دستور فائض الفوز بمسلمین ومؤمنین رسد ولباسے کہ قطع کردن و پوشیدن آں بدعت ست وطریق بدمذہباں وگمراہان ست ازو باز مانند واجتناب نمایند وحظی نصیبی بمتابعت سنت سنیہ برگزینند وبثوابِ جمیل واجرِ جزیل فائز گردند و تیمن و برکت ازاں حاصل کنند بدعاے خیر فقیر حقیر عبدالحق بن سیف الدین دہلوی البخاری رایاد آرند وبفاتحۂ فائحہ[1] مستطاب[2] گردانند و باللّٰہ التوفیق.

ذکر آدابِ لباس:

بدانکہ لباس مصدر ست بمعنی ملبوس چنانچہ کتاب بمعنی مکتوب واسم لباس شامل ست بدستار و پیراہن وجُبّہ وکلاہ ورداء وازار وغیرہ وآنچہ در پوشش بیاید پس بر مومناں مخفی نماند کہ لباس آنحضرت سید الانبیاء سند الاصفیاء ﷺ اکثر از پارچۂ سفید بود ولباس سفید رابسیار دوست میداشتند چنانچہ در خبر است قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: "عَلَیْکُمْ بِالْبَیَاضِ مِنَ الثِّیَابِ

---

[1] قولہ: فائحہ، بکسر ہمزہ کہ حرفِ سوم ست وحای مہملہ بوی خوش دہندہ وبوی خوش ماخوذ ازفوح کہ بمعنی دمیدن وبوی خوش آمدہ ازمنتخب ومنقول اززبدۃ الفوائد (غیاث اللغات)۔

[2] قولہ: مستطاب، بالضم خوش آمدہ وپاک آمدہ ولذیذ اسم مفعول ازاستطاب ست ماخذ این طیب است ازمنتخب وکشف الطائف (غیاث اللغات)۔

لِيَلْبِسَهَا أَحْيَائُكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا أَمْوَاتَكُمْ فَإِنَّهَا مِنْ خِيَارِ ثِيَابِكُمْ"(1)، وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ: "اَلْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ"(2)، وفي "بستان" فقيه أبي الليث: يستحب البيض والخضر من الثياب وفي "الشِرعة": أحب الألوان البياض والنظر إلى الخضر يزيد في البصر وقد لبس رسول اللّٰه ﷺ البرد الأخضر ولبس الأخضر سنّة ويجتنب الرجال الحمرة والصفرة من الثياب وفي

(١) أخرجه البيهقي في سننه الكبرىٰ برقم: ٦٦٩١، في كتاب الجنائز، باب (٥٠) استحباب البياض في الكفن، و النسائي في سننه الكبرى، برقم: ٩٦٤٤، وفي سننه المجتبىٰ برقم: ٥٣٣٧، في كتاب (٤٨) الزينة، باب (٩٩) الأمر بلبس البيض من الثياب، وعمر بن الضحاك الشيباني في الآحاد والمثاني برقم: ١٣١٤، في سمرة بن جندب، و الطبراني في الكبير، برقم: ٦٩٧٦، والزهري في الطبقات الكبرىٰ في ذكر لباس رسول اللّٰه ﷺ وما روي في البياض، و الترمذي في سننه برقم: ٩٩٤، في كتاب (٨) الجنائز، باب (١٨) ما يستحب من الأكفان، وفي الشمائل برقم: ٦٨، في باب (٨) ما جاء في لباس رسول اللّٰه ﷺ، والبغوي في شرح السنة (٥/ ٣١٤)، وابن ماجة في سننه برقم: ١٤٧٢، في كتاب (٦) الجنائز، باب (١٢) ما جاء فيما يستحب من الكفن، وأبو داود في سننه برقم: ٤٠٦١، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (١٦) في البياض.

قال السندي: قوله: (فإنها أطهر وأطيب) لأنه يلوح فيها أدنى وسخ فيزال بخلاف سائر الألوان والله تعالىٰ أعلم (حاشية السندي على سنن النسائي).

(٢) أخرجه الترمذي في سننه، برقم: ٢٨١٠، في كتاب (٤٤) الأدب، باب (٤٦) ما جاء في لبس البياض، وفي الشمائل برقم: ٦٩ في باب (٨) ما جاء في لباس رسول اللّٰه ﷺ، والطبراني في الكبير، برقم: ٥٦٠، والعسقلاني في تلخيص الجبير برقم: ٦٦١، والأنصاري في خلاصة البدر المنير برقم: ٧٧١، والأصبهاني في حلية الأولياء (٤/ ٣٧٨)، والنسائي في سننه الكبرىٰ برقم: ٥٣٢٢، في كتاب الزينة: باب الأمر بلبس الثياب البيض، و ابن ماجة في سننه برقم: ٣٥٦٧، في كتاب (٣٢) اللباس: باب (٦) البياض من الثياب، و أبو داود في سننه برقم: ٤٠٦١، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (١٦) في البياض، و أحمد في مسنده برقم: ٢٢١٩، ٣٤٢٦، ٢٠٣٦٥، ٢٠٤١٦، ٢٠٤٤٧، ٢٠٤٦٣، ٢٠٤٨١، والحاكم في المستدرك (١/ ٣٥٤)، في كتاب الجنائز، والبغوي في شرح السنة برقم: ٣٠٨٧، (١٢/ ١٨)، والبيهقي في سننه الكبرىٰ، برقم: ٦٦٩٠، في كتاب الجنائز، باب (٥٠) استحباب البياض في الكفن، وفي الآداب برقم: ٧٤٨، والطيالسي في مسنده برقم: ٨٩٤.

"الملتقط" ولبس السواد ليس بسنّة ولا فيه فضل بل كراهة لأنه بدعة محدثة بعد رسول الله ﷺ وفي "روضة العلماء": أن أبا حنيفة ﷺ قال: لبس السواد لا يجوز لأنهم كانوا لا يلبسون ذلك في زمانه ويعدّونه عيباً، وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما اللّٰه تعالیٰ: يجوز لأن في زمانهما كانوا يلبسون ويفتخرون به، وفي "الكنز" وندب لبس السواد.

ذکرِ عمامہ:

وفي "الشِرعة": وقد لبس النبي ﷺ عمامة سوداء ويرسل ذنبه بين كتفيه پس در بستن دستار سنت آنست کہ سفید باشد بے آمیزش رنگ دیگر و دستار مبارک آنحضرت ﷺ در اکثر اوقات سفید بود وگاہے سیاہ واحیاناً سبز، فاما بعضے گفتہ اند کہ در وقت جنگ وغزا برسر مبارک آنحضرت ﷺ دستار سیاہ بود بعضے گفتہ اند کہ از سبب مِغْفَر یعنی خود رنگ دستار مبارک سیاہ وتیرہ شدہ بود و اِلاّ آں دستار سفید[1] بود فاما مقرر آنست کہ گاہ گاہ دستار سیاہ رنگ آنحضرت ﷺ بستہ اند و دستار خانگی رسول اللہ ﷺ ہفت گز یا ہشت گز گفتہ اند و وقت نماز پنجگانہ دوازدہ گز روز عید و جمعہ چہاردہ گز و وقت جنگ وحرب پانزدہ گز وعلماء متاخرین تجویز کردہ اند کہ سلطان وقاضی ومفتی وفقیہ و مشائخ وغازی تا سی و یک (۳۱) گز برسر بندند جائز ست برائے وقار وتمکین وشہامت و در دستار بستن سنت آنست کہ دستار دراز باشد نہ عریض وعرض دستار نیم گز باشد یا کسرے کم یا کسرے زیادہ دریں قصور فتور نیست واقل درازی آں ہفت گز باشد بگزے کہ بست وچہار انگشت است کہ شش قبضہ باشد وسنت آنست کہ دستار با طہارت بندد و روے بجانب قبلہ کند واستادہ بندد و ہرگاہ کہ کشاید گور گور[2] وعقد عقد کشاید و یکدفعہ نکشاید چنانچہ پیچ بر پیچ دادہ است باز بہماں طریق کشاید وبعد از بستن در آئینہ یا آب یا مانند آں دیدہ راست کند وباش بندد یعنی با شملہ۔

[1] نزد ما ایں قول درست نیست چرا کہ خلافِ ادب ست۔ واللہ تعالیٰ أعلم

[2] قولہ: گورگور: بالفتح پیچ دستار و بستن آں (منتخب اللغات)۔

ذکرِ شملہ:

ودر شملہ اختلاف ست اکثر اوقات پس پشت آنحضرت ﷺ بودے واحیاناً بر جانب دست راست و بردست چپ بدعت ست واقل مقدار شملہ چہار انگشت ست و اکثر یکدست و تطویل آں متجاوز از ظہر بدعت ست وتخصیص ارسال شملہ بوقت نماز نیز موافق سنت نیست و ارسال شملہ مستحب ست واز سنن زوائد ودر ترک آں اثمی نیست اگر چہ در فعل آں ثواب وفضیلتے بسیار باشد وفی "الروضة" إرسال ذنب العمامة بين الكتفين مندوب وفرو گذاشتن شملہ پس پشت مستحب ست وسنت مؤکدہ نیست ورسول اللہ ﷺ گاہے شملۂ عمامہ مے گذاشت وگاہے نہ۔ وفقہا را بر ارسال شملہ براہیں قیاسی بسیار ست وارسال شملہ سنّت مؤکدہ دانند وبعضے جانب چپ نگاہدارند وسند ایں قوی ومعتبر نیست اگر چہ بعضے دلیلہا دریں باب نوشتہ اند وعلمائے متاخرین سوائے صلوات پنجگانہ شملہ را ارسال ندارند از برائے طعن وتمسخرِ جہّالِ زمانہ ودر ''فتاوی حجت'' و ''جامع'' آوردہ ست کہ ترك الذنب ذنب وركعتان مع الذنب أفضل من سبعين ركعة بغير ذنب والذنب ستة أنواع للقاضي خمس وثلثون أصبعاً وللخطيب إحدى وعشرون أصبعاً وللعالم سبعا وعشرين أصبعاً وللمتعلم سبع عشر أصبعاً وللصوفي سبع أصابع وللعامي أربع أصابع ودستار رانشستہ نہ بندد و ازار را استادہ نپوشد چنانچہ در خبر ست قَالَ ﷺ: "مَنْ تَعَمَّمَ قَاعِداً أَوْ تَسَرْوَلَ قَائِماً ابْتَلَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِبَلَاءٍ لَا دَوَاءَ لَهُ" واگر معذور باشد جائز ست ودر بعضی کتب معتبرہ نوشتہ اند کہ شخصے خودرا اکثر اوقات بلباس سیاہ و سبز مشہور نگرداند کہ مکروہ وممنوع ست چنانکہ گفت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ گفت رسولِ خدا ﷺ: "مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مُذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"[1]. واحیاناً اگر باشد منع نیست وبہترین لباس سفید ست وبدستار سیاہ یا سبز و پائجامہ وپیراہن وردائے سیاہ وسبز بخانۂ ملوک و اغنیا نرود کہ ممنوع ست۔

(١) أخرجه أبو داود في سننه برقم: ٤٠٢٩، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (٥) في لبس =

ذکر کلاہ:

وکلاہ بردونوع ست یکے لاطیہ دوم ناشرہ۔ لاطیہ آنرا گوئیند کہ بر سر متصل باشد و آنحضرت ﷺ آنرا بر سر نہادہ اند و ناشرہ آنست کہ متصل بسر نباشد بلکہ افراشتہ باشد و آں طاقیہ سیاہ است و رسول خدا ﷺ کمتر بر سر نہادہ[1] اند و بعضے مشائخ بر سر نہند جائز ست وکلاہ آنحضرت ﷺ لاطیہ بود بزیر عمامہ بستی وگاہ عمامہ بے لاطیہ بستی۔

طریق عمامہ بستن:

وطریق عمامہ بستن آنحضرت ﷺ گرد بود گنبد نما چنانچہ علماء وشرفاء عرب بآں دستور می بندند۔

ذکرِ قمیص:

وآنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اکثر قمیص ے پوشیدند وگاہے حلّۂ حمراء می پوشیدند وحلہ عبارتست از دو جامہ یعنی دوتوی وحمراء آں خطوط سرخ کہ دراں بود ومراد بحمراء آں نیست کہ خالص

= الشُّهْرَة، والنسائي في سننه الكبرى برقم: ٩٥٦٠، في كتاب الزينة، ذكر ما يستحب من الثياب وما يكره، و ابن ماجة في سننه برقم: ٣٦٠٦، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (٢٤) من لبس شهرةً من الثياب، ومعمر بن راشد الأزدي في جامعه، برقم: ١٩٩٧٩، في باب شهرة الثياب، وأحمد في مسنده برقم: ٥٦٦٤، ٦٢٤٥، وأبو يعلى في مسنده برقم: ٥٦٩٨، وابن الجعد البغدادي في مسنده برقم: ٢١٤٣، في عثمان بن أبي ذرعة، والمنذري في الترغيب والترهيب برقم: ٣١٧٧، وعبد الكريم بن محمد الرافعي القزويني، في التدوين في أخبار قزوين (٨٢/٤)، في الاسم العاشر.

قال السندي: "ثوب شهرة": أي ثوب يقصد به الاشتهار بين الناس. سواء كان الثوب نفيساً يلبسه تفاخراً بالدنيا وزينتها، أو خسيساً يلبسه إظهاراً للزهد والرياء. "ثوب مذلة": من إضافة السبب إلى المسبب، أو بيانية تشبيهاً للمذلة بالثوب في الاشتمال.

[1] عن ابن عباس قال: كان لرسول الله ﷺ ثلاث قلانس، قلنسوة بيضاء مضربة، وقلنسوة برد حبرة، وقلنسوة ذات آذان يلبسهما في السفر، وعن عبد الله بن بسر، قال: رأيت رسول الله ﷺ وله قلنسوة طويلة وقلنسوة لها آذان، وقلنسوة لاطية (أي لاصفة بالرأس) رواه أبو الشيخ الأصبهاني في "أخلاق النبي ﷺ" (ذكر قلنسوته ﷺ)

بود چه سرخ خالص منہی عنہ است[1] بسوختن فرمودہ اند وفرمودہ کہ: "إِنَّ هٰذَا لِبَاسُ الْكُفَّارِ"(۱) وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمودہ اند کہ پیغمبر خدا ﷺ را دیدم کہ بہترین حلہا پوشیدہ وفرمودہ کہ اگر جامۂ متجمل وزیبا پوشد برائے اظہار نعمت حق مثاب ست واگر برائے عز وافتخار پوشد معاقب گردد وفي "الخلاصة": لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا يتكبر وفي "مجمع النوازل": خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ قِيمَتُهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ وَزْنًا، وَقَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ قِيمَتُهُ أَرْبَعِمائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ. وأبو حنيفة كان يرتدي برداء قيمته أربعمائة دينار[2] وكان يقول لتلامذه: إذا رجعتم إلى أوطانكم فعليكم بالثياب النفيسة.

وآنحضرت ﷺ جامۂ مُعْلِم[3] پوشیدہ اند ونیز جامۂ سیاہ پوشیدہ و پوستین کہ اطراف آں بسندس دوختہ بودند پوشیدہ وفي "القنية": لفّ العمامة الطويلة ولبس الثياب الواسعة حسن في حق العلماء الذين هم أعلام الهدى دون النساء فاما اصل در پوشیدن جامہ آنست کہ از وجہ حلال باشد ودر جامہ وجہ حرام نماز فریضہ ونفل قبول نیست وافضل در جامہ يلبس ثوبا

[1] در حدیث آمدہ است مَرَّ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ. رواه الترمذي في سننه، برقم:۲۸۰۷، في كتاب (٤٤) الأدب، باب (٤٥) ما جاء في كراهية لبس المعصفر الخ، وأبو داود في سننه، برقم:٤٠٦٩، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (٢٠) في الحمرة. والتبريزي في مشكاة المصابيح، برقم:٤٣٥٣-(٥٠) في كتاب اللباس، الفصل الثاني.

[2] وفي "البزازية" خرج عليه الصلاة والسلام وعليه رداء قيمة أربعة آلاف درهم وكان الإمام رحمه الله يرتدي برداء قيمته أربعمائة دينار وكان يقول لتلاميذه إذا رجعتم إلى بلادكم فعليكم بالثياب النفيسة (كتاب الكراهية، الفصل السابع في اللبس) وفي "البحر" عن "الذخيرة" سئل عن الزينة فقال ورد عنه عليه الصلاة والسلام أنه خرج وعليه رداء قيمتها أربعة آلاف ورهم، فقال: إذا أنعم الله على العبد بنعمة يجب أن يظهر أثرها عليه (كتاب الكراهية، فصل في اللبس)

[3] قولہ: مُعْلِم بمعنی منقش

(١) أخرجه الطحاوي في شرح معاني الآثار برقم: ٦٥٤٩، في كتاب (٢٦) الكراهية، باب (٥) لبس الحرير، والزرعي في حاشية ابن قيم (١١/٧٩).

وسطا لا جیّداً غایة ولا ردیاً غایة وجامہ کہ درخلق متعارف ومشہورست بیش از دومرتبہ آنحضرت ﷺ نپوشیدہ اند یکمرتبہ نجاشی یعنی بادشاہ حبشہ بطریق ہدیہ بجناب آنحضرت ﷺ مرسل داشتہ بود آنرا پوشیدہ بجعفر طیار (رضی اللہ عنہ) بخشیدند ومرتبۂ ثانی از تحف وہدایائے یمن آمدہ بود آنرا پوشیدہ بدحیہ الکلبی (رضی اللہ عنہ) بخشیدند۔

ذکرِ جیب:

وجیب یعنی گریبان آں جامہ از جانب بغل چپ دوختہ بود وعلاقۂ بستن آں ببغل راست بود چنانچہ دریں زمانہ معمول ست ومعروف ومشہور ودر ''روضۃ المعانی'' و''زاد الفقہاء'' کہ تصنیف صاحب ''صحیح بخاری'' وامام نووی ست نیز ہمیں دستورست کہ روئے گریباں جامہ بطرف دست راست بود ودر ''روضہ'' است کہ درزمان سابق چوں غازیاں بحرب کافراں میرفتند و فرصت ہروقت از دست غنیم نمی یافتند خبز وتمر وغیرہ ماکولات را در جیب وگریباں نگاہداشتہ درراہ میرفتند ولجام اسپ را بدست چپ گرفتہ لقمہ لقمہ ویکاں یکاں خرما از دست راست برآوردہ میخوردند و درزمان عمر بن عبدالعزیز وابن عباس رضی اللہ عنہما ہمیں دستور گریبانِ جامہ بود وآنہا کہ بدعت جدیدہ میگویند از راہ نافہمیدگی ست ودر بخارا ارباب علم وفضل اجزائے کتب ونسخ بجیب وگریباں نگاہداشتہ ودرراہ از جیب وبغل برآوردہ مطالعہ کردہ براہ میرفتند ودرمجالس بادشاہاں وعلمائے دین و صلحائے اہل صدق ویقین بعد از فراغ از اکل طعام تیمناً وتبرّکاً نان را درگریبان وبغل نگاہ میداشتند تاکہ ہرخاص وعام کہ بخانۂ خود ہارو واہل بیت خود را بہ تبرک فائز گردانند وروما ل ونقد را در جیب و گریباں نگاہ می دارند وایں ہمہ استعمال دست راست بروئے گریباں دست راست میشود واگر روئے گریبان جامہ بدست چپ می شد استعمال دست راست میرفت وبدست چپ حرج بسیار میشد ومنہی اسلام ست بدست چپ روئے گریباں کردن کہ طریقۂ مجوس وآتش پرستان ست و بادشاہ اسلام وقاضی را باید کہ ازیں طریقہ کہ روئے گریباں جامہ بجانب چپ باشد منع فرماید وزجر کند درزمان عمر بن عبدالعزیز شخصے برائے گواہی دادن درمحکمہ آمدہ بود وروئے گریبان وعلاقۂ بستن

او بجانب چپ بود قاضی رد شہادت او فرمود و در مکتوب نود و یکم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کہ عمدۂ علماء و شیخ وقت خود بود او نیز چنیں نوشتہ کہ جیب در جامہ دوختن سنت ست از جانب راست برائے آنکہ تا دست راست آسان در وے فروتواں کرد و در قرآن مجید در حق حضرت موسیٰ علیہ السلام آمدہ: ﴿وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ﴾الآية [النمل: ۱۲/۲۷] و ہر جامہ کہ اہل اسلام دوزند یا جیب دوزند کہ در وے فوائد بسیار ست تا بوقت حاجت شانہ و چیز ہائے دیگر در وے نہند و بدست راست برآرند و در عرب استعمال قصب الجیب ست ایں نیز عمل بر دست راست ست۔ و در جامہ و پیراہن و جبہ پوشیدن سنت آنست کہ اوّل دست راست بآستین راست آورد باز دست چپ بآستین چپ کند و بس۔

ذکر رداء و چادر:

ذکر رداء و چادر

رداء و چادر از دست راست بدوش چپ انداز د چنانچہ معمول ست ولفافۂ مردہ را ہمیں دستور کند چرا کہ لفافۂ مردہ حکم چادر و ردائے زندہ دارد وایں دستور در اکثر کتب فقہ مسطور ست و آنہا کہ جامہ را بقیاس پوشیدن رداء و چادر حمل می کنند خلاف شرع ست و بدعت را رواج میدہند باید کہ ازیں طریقہ اجتناب کنند تا مثاب شوند و معاقب نگردند و در پیراہن و جبہ و خرقہ آستین فراخ کردن سنت صحابہ و مشائخ ما تقدم ست تا وقت وضو کردن و کارے کردن آسان باز تواں پیچید و اگر خواہند مُسبّحہ یا چیزے دیگر ہم در آستین تواں نہاد و فراویز[1] بر سر آستین و پایدامن جامہ دوختن سنت ست و صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کہ پیراہن و جبہ را فراخ و کشادہ کردہ انداز برائے آنکہ وجود شریف آنہا در ریاضت و مشققت قیام و صیام خیلے لاغر و ضعیف شدہ باشد برائے ہیبت و شہامت می پوشیدند تا در چشم دشمناں و کافراں حقیر ننمائند و ہر چہ ایشاں کردہ انداز راہ نفس نکردہ اند بلکہ برائے ترویج و استقامت دین بود۔

[1] قولہ: فراویز: بفتح و یائے معروف سنجاف دامن جامہ از برہان (غیاث اللغات)

ذکرِ قبا:

وقبا جامۂ را گویند کہ گریبان دار باشد وآں متعارفست درعرب وعجم واستعمال پوشیدن آں درعجم بسیارست ورسول خدا ﷺ پوشیدہ اندوروے گریبانش وعلاقۂ بستن آں بر جانب دست راست بود وجبۂ رومیہ کہ آستین آں تنگ بود آنرا نیز آنحضرت ﷺ پوشیدہ[1] وہنگام وضودست از آستین برآوردہ اند یعنی آں جبہ چناں تنگ بود کہ بے آنکہ دست از آستین برآرند شستن آں میسر نبود وتحقیق شدہ کہ آنرا درسفر پوشیدہ اندوبریں اتفاق ست[2] وگاہے جبہ وقبا تکمہ[3] دار پوشیدہ اندوقبا راگاہے تکمہ دار میدوزند چنانچہ جامہ تکمہ دار کہ دریں زمانہ مشہور بقادریست۔

ذکر جیب قمیص:

وثابت شدہ کہ جیب قمیص آنحضرت ﷺ برسینۂ مبارک وے بود چنانچہ احادیث بسیار برآں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق آں نمودہ اندوعرف تمام دیار عرب خلفاً عن سلفٍ از ابتدائے یمن تا اقصائے مغرب برآں شدہ وبعضے از مردم کہ نزد ایشاں علم بسنت نیست گمان بردہ اند کہ گذاشتن جیب قمیص برسینہ بدعت ست چوں دربعضے از دیار عجم جیب برسینہ عادت نساء شدہ است بعضے از فقہا بکراہت آں حکم کردہ انداز جہت تشبیہ نساء وشک نیست کہ ایں عادت حادث ست وتحقیق آنست کہ جیب پیراہن نبوی ﷺ برسینہ بود وفقہاء کہ بر کتفین شق جیب مقرر کردہ اند بعلت جیب آنحضرت ﷺ ست وایں مقدمہ رادرترجمۂ فارسی[4] "مشکوۃ المصابیح" ودرشرح عربی[5] آں واضح تر نوشتہ ام واگراحیاناً بشق جیب کتفین پیراہن آنحضرت ﷺ پوشیدہ باشد سند آں

---

[1] وعن المغيرة بن شعبة: أن النبى ﷺ لبس جبة رومية ضيقة الكمين (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، وأخرجه البخارى ومسلم فى صحيحهما، والترمذى فى سننه، وأحمد فى المسند)

[2] أشعة اللمعات، كتاب اللباس، الفصل الأول۔

[3] قولہ: تکمہ بالضم گوی گریبان از برہان ولغات ترکی کہ بہندی آنرا گھنڈی گویند الخ (غیاث اللغات)

[4] أشعة اللمعات

[5] لمعات التنقيح

بفقہاء رسیدہ باشد فاما سند قطعی مطابق علمائے حدیث جائے نیست۔

ذکر خرقہ وفرجی:

ذکر خرقہ وفرجی

خرقہ وفرجی[1] ولباچہ[2] علماء ومشائخ وصلحاء پوشیدہ اند اگرچہ سند قوی درین باب نیست و درزمان آنحضرت ﷺ ایں لباس نبود واگر کسے پوشد مباح ست لا بـــأس ومیگویند کہ واضع فرجی فرعون نـــست وایں درکتب معتبرہ دیدہ نشدہ وثابت نگشتہ بایدکہ ہنگام نماز آستین آں بیروں آردو فروگذارد کہ مکروہ است۔

ذکر آستین

ذکر ازار:

ذکر ازار

وازار آنحضرت ﷺ از بالائے ناف تا فوق کعبین بودہ وایں قدر سنّت ست واز ناف تا زانو ستر فرض ست وبعضے ناف را در عورت نگرفتہ اند چرا کہ ناف حسنین رضی اللہ عنہما را آنحضرت ﷺ بوسیدہ اند وہمبریں قیاس سراویل کہ درعجم متعارفست وآنرا شلوار میگوئند بمقدار ازار آنحضرت ﷺ باید واگر زیر شتالنگ بادوسہ چیں واقع شود بدعت وگناہ ست ودرحدیث آمدہ کہ گفت رسول علیہ الصلوۃ والسلام: "لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلٰى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَراً" [(1)]. یعنی نظر نمیکند خدا یتعالیٰ جلّ شانہ روز قیامت سوے کسے کہ بکشد ازار خودرا ودراز سازد بطریق تکبّر واسراف وطغیان نعمت وازیں قید معلوم میشود کہ اگر ازروے تکبر نباشد وبجہت عذرے باشد مثل مرض وردقت کردہ فروتر از بود ونزد فقہا ازار کہ فروتر از شتالنگ باشد حرام ست وبدعت ست محض چنانچہ فرمود رسول

[1] قولہ: فرجی، بالفتح وجیم عربی نوعی از قبائے بے بند کشادہ پیش بعض تکمہ افزایند وبیشتر برفراز جامہ پوشند از آئین اکبری (غیاث اللغات)

[2] قولہ: لباچہ بالفتح بمعنی فرجی بالاپوش از سراج وبرہان ظاہر آنوعی است از قبا۔

(۱) أخرجه عبد الله بن أحمد بن حنبل الشيباني في السنة لعبد الله بن أحمد برقم: ۱۲۳۸، والبخاري في صحيحه برقم: ۵۷۸۸، في كتاب (۷۷) اللباس: باب (۵) من جر ثوبه من الخيلاء، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ۶۱۳۳، في باب (۴۰) في الملابس والأواني، فصل في موضع الإزار، والقرطبي في التفسير (۳۱۰/۱۳)، ومسلم في صحيحه برقم: ۴۸-(۲۰۸۷)، في كتاب (۳۷) اللباس، باب (۹) تحريم جر الثوب خيلاء الخ، و ابن خزيمة في صحيحه برقم: ۷۸۱، في =

عليه الصلوة والسلام: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"[1]، وَقَالَ عَلَيْهِ

= باب التغليظ فى إسبال الإزار، فى الصلاة، وابن حبان فى صحيحه برقم: ٥٤٤٦، فى ذكر الإخبار عن موضع الإزار للمرء المسلم، وبرقم: ٥٤٤٧، فى ذكر البيان بأن لابس الإزار من أسفل من الكعبين الخ، وبرقم: ٥٤٥٠، فى ذكر خبر قد يوهم غير المتجر الخ، والهيثمى فى موارد الظمآن برقم: ١٤٤٥، فى باب ما جاء فى الإزار، وأبى عوانة فى مسنده-١: برقم: ٨٥٦٠، ٨٥٦١، ٨٥٦٩، ٨٥٧٠، فى التشديد فى اغترار المرء بلباسه الخ، وبرقم: ٨٦٠٢، ٨٦٠٥، فى الخبر الموجب رفع الرجل إزاره إلى أنصاف الساقين الخ، و البيهقى فى سننه الكبرىٰ برقم: ٣٣١٧، فى كتاب الصلاة، باب (٣٢٥) موضع الإزار من الرجل، و أبو داود فى سننه برقم: ٤٠٩٣، فى كتاب (٢٦) اللباس، باب (٣٠) فى قدر موضع الإزار، و النسائى فى سننه الكبرىٰ برقم: ٩٧١٤، ٩٧١٧، و ابن ماجة فى سننه برقم: ٣٥٧٣، فى كتاب (٣٢) اللباس، باب (٧) موضع الإزار أين هو، ومالك فى المؤطا، برقم: ١٦٩٩، فى كتاب (٤٨) اللباس، باب (٥) ما جاء فى إسبال الرجل ثوبه، و الطبرانى فى الأوسط، برقم: ٩٧٧، ٥٢٠٤، وأحمد فى مسنده برقم: ٥٣٧٧، ٨٩٩٢، ٩١٤٤، ٩٢٩٤، ٩٥٥٠، ٩٨٥٤، ١٠٠٢٤، ١٠٢١٠، ١١٠٢٣، ١١٤١٥، ١١٩٤٤، وأبو بكر الحميدى فى مسنده برقم: ٧٣٧، وإسحاق بن راهوية فى مسنده، برقم: ٧٠، ٧٢، و الطلياسى فى مسنده برقم: ٢٢٢٨، ٢٤٨٧، وأبو يعلى فى مسنده، برقم: ٦٣٢٤، ٦٣٣٤، وابن الجعد فى مسنده، برقم: ١١٣٥، والبيهقى فى شعب الإيمان برقم: ٦١٣٣، فى باب (٤٠) فى الملابس والأوانى، فصل فى موضع الإزار، والمنذرى فى الترغيب والترهيب برقم: ٣٠٩٠، ٣٠٩٦، وابن عبد البر فى تمهيده، (٢٠/٢٢٥)، وابن عدى فى الكامل (٤/١٨٣)، (٦/٣٥٦)، والظاهرى فى المحلى برقم: ٤٢٨.

قال السيوطى فى شرحه على "المؤطا": (بطراً): بفتح الطاء أى تكبراً وطغياناً.

قال السندى: "إزارة" بالكسر، للحالة والهيئة، أى هيئة إزار المؤمن أن يكون الإزار إلى أنصاف ساقيه، تقريباً وتخميناً. لا تحقيقاً. "وما أسفل من الكعبين": قيل يحتمل أنه منصوب على أنه خبر كان المحذوفة. أى ما كان أسفل. أو مرفوع بتقدير المبتدأ، أى ما هو أسفل. وتحتمل أنه فعل ماض. "بطراً": أى تكبّراً.

(١) أخرجه القرطبى فى التفسير (١٤/٧١)، (١٩/٦٦)، ومسلم فى صحيحه برقم: ٤٢-(٢٠٨٥)، فى كتاب (٣٧) اللباس، باب (٩) تحريم جرّ الثوب خيلاء الخ، و البخارى فى صحيحه برقم: ٣٦٦٥، فى كتاب ( ) فضائل أصحاب النبى ﷺ، باب (٥) قول النبى ﷺ: "لو كنت متخذا خليلا"، وبرقم: ٥٧٨٣، فى كتاب (٧٧) اللباس، باب (١) قوله تعالىٰ: ﴿قُلْ مَنْ =

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: "مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَهُوَ فِي النَّارِ"[1].

= حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ﴾(الآية) الخ، وبرقم: ٥٧٨٤، باب (٢) من جر إزاره من غير خيلاء، و ابن حبان في صحيحه برقم: ٥٤٤٤، في ذكر الخبر المفسر للفظة المجملة التي تقدم الخ، و أبي عوانة في مسنده ١٠: برقم: ٨٥٧٢، ٨٥٨٢، ٨٥٩٣، و الترمذي في سننه برقم: ١٧٣٠، في كتاب (٢٥) اللباس، باب (٨) ما جاء في كراهية جر الإزار، وبرقم: ١٧٣١، في باب (٩) ما جاء في جر ذيول النساء، والبيهقي في سننه الكبرىٰ برقم: ٣٣١٤، في كتاب الصلاة، باب (٣٢٤) كراهية السدل في الصلاة، وتغطية الفم، وأبو داود في سننه برقم: ٤٠٨٥، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (٢٨) ما جاء في إسبال الإزار، و النسائي في سننه الكبرىٰ برقم: ٩٧١٩، ٩٧٢٦، ٩٧٣٠، ٩٧٣٥، وفي سننه المجتبى برقم: ٥٣٤٢، في كتاب (٤٨) الزينة، باب (١٠٠) التغليظ في جر الإزار، وبرقم: ٥٣٤٩، ٥٣٥٠، في كتاب (٤٨) الزينة، باب (١٠٤) إسبال الإزار، وبرقم: ٥٣٥١، في كتاب (٤٨) الزينة، باب (١٠٥) ذيول النساء، و ابن ماجة في سننه برقم: ٣٥٧١، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (٦) من جر ثوبه من الخيلاء، و معمر بن راشد في جامعه، برقم: ١٩٩٨٠ و ١٩٩٨٤، في باب إسبال الإزار، والطبراني في الأوسط، برقم: ١٤٧٧، ٢٧٩١، وأحمد في مسنده برقم: ٤٨٨٤، ٥٠١٤، ٥٠٥٥، ٥٠٥٧، ٥١٧٣، ٥٢٤٨، ٥٣٥١، ٥٥٣٥، ٥٨٠٣، ٥٨١٦، ٦١٢٣، ٦١٥٠، ٦٢٠٣، ٦٢٠٤، ٦٣٤٠، ٦٤٤٢، ١٠٥٤٨، ١١٣٧٠، والحميدي في مسنده برقم: ٦٣٦، وأبو يعلى في مسنده برقم: ٥٥٧٢، و الطبراني في الكبير، برقم: ١٣١٧٨، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ٦١١٦، في باب (٤٠) في الملابس والأواني، فصل فيما ورد من التشديد على من جر ثوبه خيلاء، والمنذري في الترغيب والترهيب برقم: ٣٠٩٥، ٣٠٩٦، ٣٠٩٧، و ابن عبد البر في تمهيده (٢٤٤/٣)، والسيوطي في الديباج برقم: ١٠٦، والقيسراني في تذكرة الحفاظ برقم: ٨٩٤، والواسطي في تاريخ واسط في أبو بكر عبد الرحمن بن حماد بن سويد.

قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. **قال السيوطي** في "الديباج"، بعد ذكر الحديث: وقد رخص ﷺ في ذلك لأبي بكر حيث كان جره لغير الخيلاء. **قال السندي:** قوله: (لم ينظر اللّٰه إليه) أي نظر رحمة والمراد أنه لا يرحمه مع السابقين استحقاقاً وجزاء وإن كان قد يرحمه تفضلاً وإحساناً واللّٰه تعالىٰ أعلم.

(١) أخرجه البخاري في صحيحه برقم: ٥٧٨٧، في كتاب (٧٧) اللباس، باب (٤) ما أسفل من الكعبين فهو في النار، و النسائي في سننه الكبرىٰ برقم: ٩٧٠٥ و ٩٧١٨، في لبس السراويل لمن لم يجد الإزار، وفي سننه المجتبى برقم: ٥٣٤٦، في كتاب (٤٨) الزينة، باب (١٠٣) ما تحت الكعبين من الإزار، وأحمد في مسنده برقم: ٥٧١٣، ٩٣٠٨، ٩٩٣٦، ١١٠٤٢، ١١٠١٠، ٢٠١١٠، =

ذكر آستين:

وآستین پیراہن و جامہ وقبا وجبہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام گاہے تا بند دست بود و گاہے تا سر انگشتاں موافق ایام حرارت و برودت مقرر شدہ وگاہے بے این دو شق یعنی حرارت و برودت نیز بودہ و جامہ وقباے آنحضرت ﷺ بے چین کمر بود و چین کمر زینت ست و جامۂ آنحضرت ﷺ بے بند ہائے زیادہ بودہ یعنی بغیر از بند ہائے بستن زیادہ نبودہ وعلماے متاخرین لا بأس گفتہ اند ولباس ابریشمی پوشیدن حرام ست برمرداں[1] را چنانچہ فرمود علیہ الصلوۃ والسلام: "مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ"[(1)]. ونہی کردہ است رسول خدا ﷺ از

[1] في "الدر": يحرم لبس الحرير ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح.

= ٢٠٣٥٨، وأبو بكر الحميدي في مسنده برقم: ٧٣٧، وابن عبد البر في مسنده، (٢٢٨/٢٠)، وابن عدي في الكامل برقم: ٨٢٠.

قال السيوطي: (ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار) قال الكرماني: ما موصولة وبعض صلته محذوف وهو كان وأسفل خبره، ويجوز أن يرفع أسفل، أي ما هو أسفل وهو أسفل ويحتمل أن يكون فعلاً ماضياً . وقال الزركشي: من الأولى لابتداء الغاية والثانية للبيان . وقال الخطابي: يزيد أن الموضع الذي يناله الإزار من أسفل الكعبين من رجله من النار كنى بالثوب عن بدن لابسه.

قال السندي: قوله (ما أسفل) قيل: يحتمل أنه منصوب على أنه خبر كان المحذوف، أي ما كان أسفل أو مرفوع بتقدير المبتدأ أي ما هو أسفل ويحتمل أنه فعل ماض.

(١) أخرجه القرطبي في التفسير (٢٩/١٢)، والبخاري في صحيحه، برقم: ٥٨٣٤، في كتاب (٧٧) اللباس، باب (٢٥) لُبس الحرير وافتراشه للرجال الخ، ومسلم في صحيحه برقم: ٢١-(٢٠٧٣)، ٢٢-(٢٠٧٤)، في كتاب (٣٧) اللباس، باب (٢) تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء وخاتم الذهب والحرير على الرجل الخ، وابن حبان في صحيحه، برقم: ٥٤٢٩، في ذكر بيان أن من لبس الحرير في الدنيا الخ، وبرقم: ٥٤٣٥، في ذكر نفي لبس الحرير الخ، وبرقم: ٥٤٣٦، في ذكر تحريم اللّٰهِ جلّ وعُلا لُبْسَ الحرير في الجنة على من لبسه في الدنيا من الرجال، وبرقم: ٥٤٣٧، في ذكر البيان بأن لابس الحرير في الدنيا الخ، والحاكم في المستدرك على الصحيحين برقم: ٧٢١٦، ٧٤٠٤، في كتاب الأشربة، والهيثمي في =

پوشیدن حریر مگر چہار انگشت چنانچہ آمده نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ إِلَّا فِيْ مَوْضَعِ أُصْبَعٍ أَوْ أُصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعَ (1). وَعَنْ عَلِيٍّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَ حَرِيْراً فَجَعَلَهُ

= موارد الظمآن برقم: ١٤٦١، في باب ما جاء في الحرير والذهب وغير ذلك، و أبو عوانة في مسنده -١: برقم: ١٤٧٧، ٨٥٠٦، وفي باب إباحة الثوب الذى فيه العلم الخ، برقم: ٨٥١١، ٨٥١٣، والترمذى في سننه برقم: ٢٨١٧، كتاب (٤٤) الأدب، باب (٥٢) ما جاء في كراهية الحرير والديباج، والهيثمي في مجمع الزوائد (١٣٨/٥-١٤٢)، والبيهقي في سننه الكبرى، برقم: ٤٢٠٣، ٤٢٠٤، وفي كتاب الصلاة، باب (٥١٦) نهى الرجال عن ثياب الحرير، وبرقم: ٦٠٨٤، في كتاب صلاة الخوف، باب (١٨) الرخصة في العلم وما يكون في نسجة قز وقطن الخ، و النسائي في سننه الكبرى، برقم: ٦٨٦٩، وفي لبس الحرير، برقم: ٩٥٨٢، ٩٥٨٣، ٩٥٨٤، ٩٥٨٧، ٩٥٨٨، ٩٥٨٩، ٩٥٩٠، ٩٦٠٨، ٩٦٠٩، ٩٦١١، ٩٦٢١، ٩٦٢٣، ٩٦٢٥، ١١٣٤٤، وفي سننه المجتبى برقم: ٥٣١٩، ٥٣٢٠، في كتاب (٤٨) الزينة، باب (٩٠) التشديد في لبس الحرير الخ، وابن ماجة في سننه برقم: ٣٥٨٨، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (١٦) كراهية لبس الحرير، و ابن أبي شيبة في مصنفه، برقم: ٢٤٦٣٣، في كتاب (١٨) اللباس والزنية، باب (٢) لبس الحرير وكراهية لبسه، والطحاوى في شرح معاني الآثار برقم: ٦٥٣٢، في كتاب (٢٦) الكراهية، باب (٥) لبس الحرير، وأحمد في مسنده برقم: ١٨١، ٢٥١، ٢٦٩، ٣٢١، ١١١٩٥، ١٢٠٠٤، ١٢٠٠٨، ١٤٠٢٤، ١٤٠٣٧، ١٦١٦٣، ١٦٢١٧، ١٧٤٦٧، ١٧٥٦٧، ٢٧٩٦٩، والطبراني في مسند الشاميين برقم: ١٢٢٠، والطلياسي في مسنده، برقم: ٤٣، ٢٢١٧، وأبو يعلى في مسنده برقم: ١٧٥١، ٦٨١٥، ٦٨١٧، وابن الجعد في مسنده برقم: ٩٧٥، في قتادة عن داود السراج، وبرقم: ١٤٢٣، وفي من حديث جابر برقم: ٢٣٦٠، والطبراني في الكبير، برقم: ٩٧٧٩ (١١/١٠)، وبرقم: ٩٠٤ (٣٢٧/١٧)، وبرقم: ٩٠٥، وبرقم: ١٧٠، ١٧١، (٦٥/٢٤)، وابن عبد البر في مسنده (٢٤٦/١٤-٢٤٧)، (٨/١٥)، والبخارى في التاريخ الكبير برقم: ٦٤١، في باب الخليفة، والمزى في تهذيب الكمال برقم: ١٧٨٢، ٧٩٩٤، والباجي في التعديل والتجريح برقم: ١٧٤٠، والعسقلاني في الإصابة برقم: ٤٣١٨، في الطاء بعدها الفاء، والظاهرى في المحلى (٤٠/٤)، (٨٢/١٠).

(١) أخرجه البخارى في صحيحه برقم: ٥٨٢٩، في كتاب (٧٧) اللباس، باب (٢٥) لبس الحرير وافتراشه للرجال وقدر ما يجوز منه، ومسلم في صحيحه برقم: ١٢-(٢٠٦٩)، في كتاب (٣٧) اللباس والزينة، باب (٢) تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء الخ، =

فِيْ يَمِيْنِهِ وَأَخَذَ ذَهَباً فَجَعَلَهُ فِيْ شِمَالِهِ، فَقَالَ: "إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلىٰ ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ"[1].و

= وابن حبان في صحيحه برقم: ٥٤٤١، في ذكر بعض الوقت أبيح لبس الحرير للرجال فيه، و أبو عوانة في مسنده-ا، برقم: ٨٥١٨، ٨٥١٩، ٨٥٢٢، ٨٥٢٤، و البيهقي في سننه الكبرى برقم: ٦٠٨٣، في كتاب صلاة الخوف، باب (١٨) الرخصة في العلم وما يكون في نسجة قز وقطن الخ، والنسائي في سننه الكبرىٰ برقم: ٩٦٢٩، والطحاوي في شرح معاني الآثار برقم: ٦٥٢٦، في كتاب (٢٦) الكراهة، باب (٥) لبس الحرير، وأحمد في المسند برقم: ٣٦٥، ١٧٠٠١، ٢٣٦٥٨.

(١) أخرجه أحمد في المسند برقم: ٩٣٥، ومحمد بن عبد الواحد الحنبلي في الأحاديث المختارة برقم: ٥٩٠، والهيثمي في مجمع الزوائد (١٤٣/٥)، والبيهقي في سننه الكبرىٰ برقم: ٤٢١٩، في كتاب الصلاة، باب (٥٢٠) الرخصة في الحرير والذهب للنساء، و أبو داود في سننه برقم: ٤٠٥٧، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (١٤) في الحرير للنساء، و النسائي في سننه الكبرىٰ برقم: ٩٤٤٥، في باب الكراهية للنساء في إظهار الحلي والذهب، وفي سننه المجتبى برقم: ٥١٥٩، ٥١٦٠، ٥١٦١، في كتاب (٤٨) الزينة، باب (٤٠) تحريم الذهب على الرجال، و ابن ماجة في سننه برقم: ٣٥٩٥، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (١٩) لبس الحرير والذهب للنساء، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم: ٢٤٦٣٥، في كتاب (١٨) اللباس والزينة، باب (٢) في لبس الحرير وكراهية لبسه، والطحاوي في شرح معاني الآثار برقم: ٦٥٥٨، في كتاب (٢٦) الكراهة، باب (٥) لبس الحرير، و الطبراني في الأوسط برقم: ٧٨٠٩، وأحمد في المسند برقم: ٩٣٥ (١١٥/١)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ٦٠٨٢، في باب (٤٠) في الملابس والأواني وما يكره منها، والمنذري في الترغيب والترهيب برقم: ٣١١٦، والعسقلاني في الدراية في تخريج أحاديث الهداية برقم: ٩٣٩، والزيلعي في نصب الراية في فصل في اللبس.

قال السيوطي: (إن هذين حرام) قال ابن مالك في شرح الكافية: أراد استعمال هذين فحذف استعمال وأقام هذين مقامه فأفرد الخبر.

قال السندي: قوله (إن هذين) إشارة إلى جنسهما لا عينهما فقط (حرام) قيل: القياس حرامان إلّا أنه مصدر وهو لا يثنى ولا يجمع أو التقدير كل واحد منهما حرام، فأفرد لئلا يتوهم الجمع، وقال ابن مالك: أي استعمال هذين فحذف المضاف وأبقى الخبر على إفراده وعلى كل تقدير، فالمراد استعمالهما لبساً وإلا فالاستعمال صرفاً وإنفاقاً وبيعاً جائز للكل واستعمال الذهب باتخاذ الأواني منه استعمالها حرام للكل والله تعالىٰ أعلم.

لباس حریر مرداں را وصبیاں را پوشیدن حرام ست مگر بر زنہا وصبیّہا یعنی دختراں نابالغہ را رواست و اگر برائے دفع خارش وجرب ودفع سوداء پوشد رواست وبرائے دفع قمل پوشیدن حریر لا بـــأس ست۔ واگر در معجون ابریشم مخلوط کردہ بخورد جائز ست۔ ولباس حریر برزبیر بن العوام وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما آں حضرت ﷺ مباح گردانیدہ اند کہ ایشانرا خارش بدن از جہت قمل بود پس از وے مفہوم شد کہ لبس حریر حرام ست إلّا برائے حاجت ومصلحت وایں مذہب شافعی است و نزدیک مالک جائز نیست اصلاً ودر ''ہدایہ'' میگوید کہ لا بـــــأس ست حریر ودیبا در حرب عندہما رحـمـهـمـا الله زیراکہ دافع ست مرتختی سلاح را ومَہیب ترست در چشم دشمن ونزد امام اعظم رحمه الله مکروہ ست از جہت اطلاق نہی وضرورت مندفع ست بمخلوط وصاحبیہ گویند کہ حریر خالص دافع ترست ولباس

۱۰. حکم لباس معصفر و مزعفر

فــــ معصفر ومزعفر حرام ست مر مرداں را[۱] وعلماء را در لباس معصفر اختلاف ست بعضے آنرا مطلق حرام دانند وبعضے مباح وگویند کہ بعد از بافتن اگر رنگ کردہ شدہ باشد حرام ست واگر بافتن بعد از رنگ ست مباح ست وبعضے گویند کہ اگر رائحہ آں زائل شدہ باشد مباح ست و إلاّ حرام وبعضے گویند کہ لبس آں در مجالس ومحافل مکروہ باشد واگر در خانہ پوشد مختار اند ودرست ست۔ و در مذہب حنفی کراہت تحریمی ست ونماز گذاردن بآں مکروہ ست و

۱۰. حکم جامۂ سرخ غیر از مزعفر

فـــــ در رنگ سرخ از غیر مزعفر نیز اختلاف ست وشیخ قاسم حنفی کہ از اعاظم علمائے متاخرین مصر ست تحقیق نمودہ وفتوی دادہ کہ حرمت از جہت لون ست پس ہر سرخ حرام ومکروہ باشد وآنحضرت ﷺ گلیم پوشیدہ اند وَعَـلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ (۱) یعنی بر رسول اللہ ﷺ چادر از پشم یا از موی یا از کتان یا از خز بود ودر 'قاموس' گفتہ

---

[۱] عن عمران بن حصين أن النبي ﷺ قال: "لا أَلبسُ المعصفرَ"، عن عبد الله بن عمرو بن العاص، قال رأى رسول الله ﷺ عَلَيَّ ثوبين معصفرين، فقال: "إنّ هذه من ثياب الكفار فلا تلبسهما وفي رواية: قلت: أغسلهما؟ قال: "بل أحرقهما"، أخرجه مسلم في صحيحه، (كتاب اللباس والزينة، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، الحديث:۲۷۔۲۸(۲۰۷۷))، والنسائي في سننه (الحديث:۵۳۱٦) وأحمد في "المسند" (۲/۱٦۲).

(۱) أخرجه مسلم في صحيحه برقم: ۳٦-(۲۰۸۱)، في كتاب (۳۷) اللباس، باب (٦) التواضع في اللباس والاقتصار على الغيظ منه الخ، وبرقم: ٦۱ -(۲٤۲٤)، في كتاب (٤٤) فضائل =

مـرط مـرحل بکسر میم وسکون را چادراز صوف یا از کتان و در ''نہایہ'' گفتہ مـرط از پشم باشد و گاہے از خز و جز آں نیز بود و شرح وبسط ایں مقدمہ در ترجمہ ''مشکوۃ'' کردہ ایم آنجا ملاحظہ نمائید۔

ذکرِ موزہ

ذکرِ موزہ:

موزہ سیاہ داشتن سنّت ست و زرد رخصت ست و سرخ بدعت ست لِأَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا[1] مسح موزہ ثابت است بسنّت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و آنرا ترک نکند مگر ضال و مبتدع و روا باشد مسح بر موزہ کردن اگر بر طہارت کاملہ پوشیدہ باشد یعنی معذور و متیمم نباشد کہ طہارت ایشاں ناقص ست اما اگر مسلمانی اوّل پا یہا شست و موزہ پوشید بعد ازاں وضو تمام کرد بعد از حدث مسح موزہ روا باشد نزدیک امام ما و جورب ایضاً روا است پوشیدن و حکم موزہ دارد۔

= الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، باب (٨) فضائل أهل بيت النبي ﷺ، وأبو عوانة في مسنده-١: برقم: ٨٥٤٩، في الترغيب في لبس ثياب الحبر الخ، و البيهقي في سننه الكبرىٰ برقم: ٤١٨٣، في كتاب الصلاة، باب (٥١١) ما يصلي عليه وفيه من صوف أو شعر، وأبو داود في سنه برقم: ٤٠٣٢، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (٦) في لبس الصوف والشعر، و الترمذي في سننه برقم: ٢٨١٣، في كتاب (٤٤) الأدب، باب (٤٩) ما جاء في الثوب الأسود، و إسحاق بن راهوية الحنظلي، في مسنده ١-٢، برقم: ١٢٧١، والمنذري في الترغيب والترهيب برقم: ٣١٥٨، ٤٩٨١.

(١) أخرجه الترمذي في سننه برقم: ٢٨٢٠، في كتاب (٤٤) الأدب، باب (٥٥) ما جاء في الخف الأسود، وفي الشمائل برقم: ٧٤، في باب (١٠) ما جاء في خف رسول الله ﷺ، والبيهقي في سننه الكبرىٰ برقم: ١٣٤٥، في كتاب الطهارة، باب (٢٧٨) الخف الذي مسح عليه رسول الله ﷺ، وأبو داود في سننه برقم: ١٥٥، في كتاب (١) الطهارة، باب (٥٩) المسح على الخفين، وابن ماجة في سننه برقم: ٥٤٩، في كتاب (١) الطهارة وسننها، باب (٨٤) ما جاء في المسح على الخفين، وبرقم: ٣٦٢٠، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (٣١) الخفاف السود، وأحمد في مسنده برقم: ٢٣٠٣١ (٥/٢٥٣)، والبخاري في التاريخ الكبير، برقم: ٣٦٢، في باب حجير، وابن عدي في الكامل في ضعفاء الرجال، برقم: ٦٤٤، والمزي في تهذيب الكمال (٥/٢٨٤)، والأنصاري في طبقات المحدثين بأصبهان (٢/٢٧٧)، والزهري في =

(۳۸۹)

ذکرِ نعل:

نعل پوشیدن سنت ست عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ: كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟، قَالَ: كَانَ لَهُمَا قِبَالَانِ[1]. قبال بمعنی دوال نعلین کہ درمیان دو انگشتان بود و آنرا شراک نیز گویند و پیش از نبوت آنحضرت ﷺ در ایام عسرت برہنہ پا سیر و مشی کردہ اند واز

= الطبقات الكبرىٰ في ذكر خف رسول اللّٰه ﷺ (٤٨٢/١)، وأبو زكريا يحيى بن معين في تاريخ ابن معين برقم: ٤٨٣٤.

قال السندي: "ساذجين": في المعرّب للجواليقي: والساذج فارسيّ معرّب. وفي حاشية (في القاموس): الساذج معرّب ساده، وفي اللسان: حجة ساذجة وساذّجة، غير بالغة. قال ابن سيده: أراها غير عربية. إنما يستعملها أهل الكلام فيما ليس ببرهان قاطع. وقد يستعمل في غير الكلام والبرهان. وعسى أن يكون أصلها "ساده" فعرّبت. كما أعتيد مثل هذا في نظيره من الكلام المعرّب.

قال السندي (في مقام آخر): "ساذجين": المراد بذلك أنه لم يخالطهما لون آخر.

(١) أخرجه البخاري في صحيحه برقم: ٥٨٥٧، في كتاب (٧٧) اللباس، باب (٤١) قبالان في نعل ومن رأى قبالاً واسعاً، و الترمذي في سننه، برقم: ١٧٧٢، في كتاب (٢٥) اللباس، باب (٣٣) ما جاء في نعل النبي ﷺ، وفي الشمائل برقم: ٧٦، في باب (١١) ما جاء في نعل رسول اللّٰه ﷺ، وأبو داود في سننه برقم: ٤١٣٤، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (٤٤) في الانتعال، والنسائي في سننه الكبرىٰ برقم: ٩٨٠١، في باب كراهية المشي في نعل واحد، وفي سننه المجتبى برقم: ٥٣٨٣، في كتاب (٤٨) الزينة، باب (١١٦) صفة نعل رسول اللّٰه ﷺ، وابن ماجة في سننه برقم: ٣٦١٥، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (٢٧) صفة النعال، و ابن أبي شيبة في مصنفه برقم: ٢٤٩٢٨، في كتاب (١٨) اللباس والزينة، باب (٣٨) في صفة نعالهم كيف كانت؟، وأحمد في المسند برقم: ١٢٢٥١، ١٣١٢٤، ١٣٥٩٣، ١٣٨٧٢، وأبو يعلى في مسنده برقم: ٣١٠١، و عبد بن حميد في مسنده برقم: ١١٧٦، والسيوطي في الجامع الصغير برقم: ٣٩٤، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ٦٢٧٢، في باب (٤٠) في الملابس والأواني، فصل في الانتعال، وابن عدي في الكامل (١٣٠/٧)، وأبو حاتم البستي في المجروحين برقم: ١١٥١، والزهري في الطبقات الكبرىٰ في ذكر نعل رسول اللّٰه ﷺ (٤٧٨/١).

قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح.

ابتدای نبوت تا انتہائے مرض الموت برہنہ پا گاہے نگشتہ اند مگر در صحن کعبہ و ہمچنیں در جائے عبادت و بعضے از اعزّہ صالحین کہ برہنہ پا در کوچہ و بازار مشی کنند خلاف سنت ست و اگر صحرا باشد از برائے انکسار نفس و تواضع مشی کند جائز ست و یا از سبب عسرت و فقر باشد و میسر نشود رواست۔

ذکر فوطہ بستن

ذکر فوطہ بستن:

و در فوطہ[1] بستن آنحضرت ﷺ بر کمر اختلاف ست و بر قمیص فوطہ بستن مکروہ ست کہ آنحضرت ﷺ نبستہ اند و در حرب و در غزا و سفر کمر بستن ممنوع نیست چہ بر جامہ و چہ بر پیراہن و فی "الروضۃ" چوں جامۂ نو قطع کند یا بپوشد در ایام مبارک کند چنانچہ در خبر ست: "مَنْ قَطَعَ الثَّوْبَ فِيْ يَوْمِ الْأَحَدِ، أَصَابَهُ الْغَمُّ وَلَمْ يَكُنْ مُبَارَكاً، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ كَانَ مُبَارَكاً، وَمَنْ قَطَعَ فِي يَوْمِ الثَّلَثَاءِ سَرِقَهُ السَّارِقُ، أَوْ أَغْرَقَهُ الْمَاءُ أَوْ أَحْرَقَهُ النَّارُ وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْأَرْبَعَاءِ وَسَّعَهُ اللّٰهُ فِي الرِّزْقِ، وَلَمْ يَبْعَثْ مُشَقَّةً إِلَيْهِ، وَيَكُوْنُ لَهُ السَّفِيْنَةُ، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ يَرْزُقُهُ اللّٰهُ الْعِلْمَ وَوَسَّعَ رِزْقَهُ وَيُكْرِمُهُ عِنْدَ النَّاسِ، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ يَطُوْلُ الْعُمْرُ وَيَزِيْدُ دَوْلَتُهُ، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ السَّبْتِ يَكُوْنُ مَرِيْضاً مَادَامَ الثَّوْبُ فِيْ بَدَنِهِ"۔ و در "زاد المتورعین" مذکور ست کہ ایں قول از اقوال علی ست کرّم اللہ وجہہ و بحدیث ثابت نشدہ اما در حدیث ہمیں قدر ست کہ جامۂ نو شب جمعہ یا روز جمعہ بنیت نماز جمعہ بپوشد و در عیدین جامۂ نو بپوشد اگر میسّر آید کہ برکتی و یمنی و حرمتی دارد و سنّت ست کہ ہر کہ جامۂ نو پوشد اُو را مبارک باید گفت کہ در آنجامہ او را یمنے و سرورے باشد بفضل اللہ تعالیٰ و بلطفہ و بکرمہ و فی "الروضۃ" چوں کسے جامۂ نو پوشیدہ بار سورۃ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ﴾ بخواند و بر آب دمد و آں آب بر جامہ زند برکت باشد و جامہ بنیت نماز پوشد و بعد از پوشیدن جامۂ نو دو[2] رکعت نماز بگذارد شکرانہ آں و بعدہ ایں دعا بخواند: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا أُوَارِيْ

[1] قولہ: فوطہ، بالضم کمر بند و جامۂ نادوختہ و لنگ حمامی و بمعنی دستار و رومال نیز آمدہ الخ (غیاث اللغات)

بِهٖ عَوْرَتِيْ وأَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ[1] وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ[2] وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِهٖ تَصْلَحُ

---

(۱) أخرجه الحاكم في المستدرك على الصحيحين برقم: ٧٤٠٤، و الترمذي في سننه برقم: ٣٥٦٠، في كتاب (٤٩) الدعوات و باب (١٠٨)، و ابن ماجة في سننه، برقم: ٣٥٥٧، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (٢) ما يقول الرجل إذا لبس ثوباً جديداً، و الدارمي في سننه برقم: ٢٦٩٠، في باب ما يقول إذا لبس ثوبا جديدا، و ابن ماجة في سننه برقم: ٣٥٥٧، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (٢) ما يقول الرجل إذا لبس ثوبا جديداً، و ابن أبي شيبة في مصنفه، برقم: ٢٥٠٨٠، في كتاب (١٨) اللباس والزينة، باب (٥٤) ما يقول الرجل إذا لبس الثوب الجديد، وبرقم: ٢٩٧٤٤، في كتاب (٢١) الدعاء، باب (١٤٤) ما يدعو به الرجل ويؤمر به إذا لبس الثوب الجديد، وأحمد في مسنده برقم: ٣٠٥، و أبو يعلى في مسنده برقم: ٣٢٧، و عبد بن حميد في مسنده برقم: ١٨، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ٦٢٨٦، في باب (٤٠) الملابس والأواني، فصل فيما يقول إذا لبس ثوباً، والمنذري في الترغيب والترهيب برقم: ٣٧، والهناد بن السري الكوفي في الزهد برقم: ٦٥٦، في باب الكسوة في الله، والمزي في تهذيب الكمال برقم: ٧٥٥٢، والواسطي في تاريخ واسط في ما يقول من لبس ثوبا جديدا، والزهري في الطبقات الكبرىٰ في ذكر قناعته ﷺ بثوبه ولباسه القميص الخ، وابن الجوزي في العلل المتناهية برقم: ١١٣٠، في كتاب اللباس، حديث فيما يقال ثم لبس الثوب الجديد، وأحمد في فضائل الصحابه ﷺ لابن حنبل برقم: ٩٠٣.

قال السندي: "أوري به عورتي": من المواراة، أي أستتر به . "أتجمل": أي أتزين وأتحسّن . "أخلق": أي يلي . "ألقي": ألقاه عن بدنه . "كنف الله": أي حرزه وستره. وهو الجانب والظل والناحية.

(۲) أخرجه الحاكم في المستدرك على الصحيحين برقم: ٧٤٠٩، وأبو داود في سننه برقم: ٤٠٢٣، في كتاب (٢٦) اللباس، وباب (١)، والطبراني في مسند الشاميين برقم: ٢٤٢، و أبو يعلى في مسنده برقم: ١٤٨٨، ١٤٩٨، والطبراني في الكبير، برقم: ٣٨٩ (٢٠/١٨١)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ٦٢٨٥، في باب (٤٠) في الملابس والأواني، فصل فيما يقول إذا لبس ثوباً، والمنذري في الترغيب والترهيب برقم: ٣٦، والبخاري في التاريخ الكبير برقم: ١٥٥٧.

الْفَاسِدَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ[1]. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ ثَوْباً مُبَارَكاً أَشْكُرُ فِيهِ نِعْمَتَكَ وَأُحْسِنُ فِيهِ عِبَادَتَكَ، وَأَعْمَلُ فِيهِ بِطَاعَتِكَ وَأَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ أَلْتَجِئُ إِلَى اللّٰهِ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنِ اسْتِيْلَاءِ النَّفْسِ بِقَلِيْلٍ وَّكَثِيْرٍ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَطْلُبُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ وَالتُّقٰى فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعِفَّةَ وَالْغِنٰى وَالتَّوْفِيْقَ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى ہنوز جامہ درگردن اونرسیدہ باشد کہ ہمہ گناہان اوعفوشوندو سنّت ست کہ وقتے کہ جامہ از وجود فرود آرد بپیچد وتہ کند ونگہدارد واگرنہ شیطان اورامی پوشد وموزہ رانیز بحافظت نگہدارد ووقت پوشیدن لباس نو اوّل تعوذ وتسمیہ بگوید واگر سورۂ فاتحہ بخواند سہ مرتبہ یا ہفت مرتبہ ہنگام پوشیدن جامۂ نو یادستارنو یاردائے نو یا موزۂ نو در بدن پوشندۂ جامہ سرور پیدا شود وبا صحت وعافیت بماند ومرض برطرف شود واگر مدیون باشد دام اوادا شود وزود تر جامۂ دیگر نیز میسر شود وباید کہ جامۂ کہنہ بفقیر ومسکین دہد ویا باہل وعیال خود بخشند اگر مستحق باشد کہ دریں اجر بسیار وثواب بیشمار است ۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ.

---

(۱) ما يجد الفقير هذا الدعاء كله في كتب الأحاديث إلا بلفظ "الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات"، وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه برقم: ۲۹۵۴۵، في كتاب (۲۱) الدعاء، باب ما يدعو إذا رأى أمر يعجبه، والحاكم في المستدرك على الصحيحين برقم: ۱۸۴۰، والكناني في مصباح الزجاجة في باب فضل الحامدين، و ابن ماجة في سننه برقم: ۳۸۰۳، في كتاب (۳۳) الأدب، باب (۵۵) فضل الحامدين، و الطبراني في الأوسط برقم: ۶۶۶۳، و البزار في مسنده(۱-۲): برقم: ۵۳۳، والسيوطي في الجامع الصغير برقم: ۵۹، ۲۳۲، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ۴۳۷۵ في باب (۳۳) تعديد نعم الله ﷻ وشكرها.

(وقد تمّ تخريج الأحاديث على "كشف الالتباس في استحباب اللباس" والله أسئل أن يتقبل مني هذا سعيي ويرزقني ولوالدي وأساتذتي وإياك وجميعَ المسلمين والمسلمات، رضاهُ وشفاعة حبيبه سيّد المرسلين وخاتمِ النبيين ﷺ آمين والصلوة والسلام على خير خلقه وآله وأصحابه أجمعين والحمد لله رب العالمين، محمّد فرحان القادري الرضوي العطاري عفي عنه)

تمت بحمد الله

مآخذ تخريج الأحاديث ومراجعه

١ـ الجامع لمعمر بن راشد	للإمام معمر بن راشد الأزرى	المتوفى ١٥١هـ
٢ـ المؤطا	للإمام مالك بن أنس ؓ	المتوفى ١٧٩هـ
٣ـ مسند الطلياسى	للإمام أبى داود سليمان بن داود الفارسى البصرى الطلياسى	المتوفى ٢٠٤هـ
٤ـ مسند الحميدى	للإمام أبى بكر عبد الله بن الزبير الحميدى	المتوفى ٢١٩هـ
٥ـ الطبقات الكبرىٰ	للإمام أبى عبد الله محمد بن سعد بن منيع البصرى الزهرى	المتوفى ٢٣٠هـ
٦ـ مسند ابن الجعد	للإمام أبى الحسن على بن الجعد بن عبيد الجوهرى البغدادى	المتوفى ٢٣٠هـ
٧ـ مصنف ابن أبى شيبة	للإمام أبى بكر عبد الله بن محمد بن أبى شيبة الكوفى	المتوفى ٢٣٥هـ
٨ـ مسند إسحاق بن راهوية	للإمام إسحاق بن إبراهيم بن مخلد الحنظلى المروزى	المتوفى ٢٣٨هـ
٩ـ المسند	للإمام أبى عبد الله أحمد بن حنبل الشيبانى	المتوفى ٢٤١هـ
١٠ـ فضائل الصحابة ؓ	للإمام أبى عبد الله أحمد بن حنبل الشيبانى	المتوفى ٢٤١هـ
١١ـ كتاب الزهد	للإمام هناد بن السرى الكوفى	المتوفى ٢٤٣هـ
١٢ـ مسند عبد بن حميد	للإمام أبى محمد عبد بن حميد بن نصر الكسى	المتوفى ٢٤٩هـ
١٣ـ سنن الدارمى	للإمام أبى محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمى	المتوفى ٢٥٥هـ
١٤ـ صحيح البخارى	للإمام أبى عبد الله محمد بن إسماعيل البخارى	المتوفى ٢٥٦هـ

مآخذ تخريج الأحاديث ومراجعه

١٥ ـ التاريخ الكبير للإمام أبي عبد اللّه محمد بن إسماعيل البخاري المتوفى ٢٥٦هـ

١٦ ـ صحيح مسلم للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري المتوفى ٢٦١هـ

١٧ ـ سنن إبن ماجة للإمام أبي عبد اللّه محمد بن يزيد ابن ماجة المتوفى ٢٧٥هـ

١٨ ـ سنن أبي داود للإمام أبي داود سليمان بن أشعث المتوفى ٢٧٥هـ

١٩ ـ سنن الترمذي للإمام أبي عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي المتوفى ٢٧٩هـ

٢٠ ـ الشمائل المحمدية ﷺ للإمام أبي عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي المتوفى ٢٧٩هـ

٢١ ـ الآحاد والمثاني للإمام أبي بكر أحمد بن عمرو بن الضحاك الشيباني المتوفى ٢٨٧هـ

٢٢ ـ السنة لعبد اللّه بن أحمد للإمام عبد اللّه بن أحمد بن حنبل الشيباني المتوفى ٢٩٠هـ

٢٣ ـ تاريخ واسط للإمام أسلم بن سهل الرزار الواسطي المتوفى ٢٩٢هـ

٢٤ ـ السنن الكبرىٰ للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي المتوفى ٣٠٣هـ

٢٥ ـ السنن المجتبىٰ للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي المتوفى ٣٠٣هـ

٢٦ ـ مسند أبي يعلى للإمام أحمد بن على بن المثنى الموصلي التميمي المتوفى ٣٠٧هـ

٢٧ ـ صحيح ابن خزيمة للإمام أبي بكر أحمد بن إسحاق بن خزيمة السلمي النيسابوري المتوفى ٣١١هـ

٢٨ ـ مسند أبي عوانة للإمام أبي عوانة يعقوب بن إسحاق الأسفرائيني المتوفى ٣١٦هـ

مآخذ تخريج الأحاديث ومراجعه

٢٩ـ شرح معاني الآثار	للإمام أبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الطحاوي	المتوفى ٣٢١هـ
٣٠ـ صحيح ابن حبان	للإمام أبي حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمي البستي	المتوفى ٣٥٤هـ
٣١ـ المجروحين	للإمام أبي حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمي البستي	المتوفى ٣٥٤هـ
٣٢ـ المعجم الكبير	للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني	المتوفى ٣٦٠هـ
٣٣ـ المعجم الأوسط	للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني	المتوفى ٣٦٠هـ
٣٤ـ مسند الشاميين	للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني	المتوفى ٣٦٠هـ
٣٥ـ الكامل في ضعفاء الرجال	للإمام أبي أحمد عبد الله بن عدى بن عبد الله بن محمد الجرجاني	المتوفى ٣٦٥هـ
٣٦ـ طبقات المحدثين بأصبهان	للإمام أبي محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان الأنصاري	المتوفى ٣٦٩هـ
٣٧ـ المستدرك على الصحيحين	للإمام أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري	المتوفى ٤٠٥هـ
٣٨ـ حلية الأولياء	للإمام أبي نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني	المتوفى ٤٣٠هـ
٣٩ـ المحلى	للإمام أبي محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم الظاهري	المتوفى ٤٥٦هـ
٤٠ـ السنن الكبرىٰ	للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين بن على بن موسىٰ البيهقي	المتوفى ٤٥٨هـ
٤١ـ الآداب	للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين بن على بن موسىٰ البيهقي	المتوفى ٤٥٨هـ

مآخذ تخريج الأحاديث ومراجعه

٤٢ـ	شُعَب الإيمان	للإمام أبى بكر أحمد بن الحسين بن على بن مُوسىٰ البيهقى	المتوفى ٤٥٨هـ
٤٣ـ	التمهيد لابن عبد البر	للإمام عمر يوسف بن عبد اللّٰه بن عبد البر النمرى	المتوفى ٤٦٣هـ
٤٤ـ	التعديل والتجريح	للإمام أبى الوليد سليمان بن خلف بن سعد الباجى	المتوفى ٤٧٤هـ
٤٥ـ	تذكرة الحفاظ	للإمام محمد بن طاهر القيسرانى	المتوفى ٥٠٧هـ
٤٦ـ	شرح السنة	للإمام حسين بن مسعود البغوى	المتوفى ٥١٦هـ
٤٧ـ	العلل المتناهية	للإمام عبد الرحمٰن بن على بن الجوزى	المتوفى ٥٩٧هـ
٤٨ـ	الترغيب والترهيب	للإمام أبى محمد عبد العظيم بن عبد القوى المنذرى	المتوفى ٦٥٦هـ
٤٩ـ	تفسير القرطبى	للإمام أبى عبد اللّٰه محمد بن أحمد بن أبى بكر بن فرح القرطبى	المتوفى ٦٧١هـ
٥٠ـ	تهذيب الكمال	للإمام أبى الحجاج يوسف بن الزكى عبد الرحمن المزى	المتوفى ٧٤٢هـ
٥١ـ	حاشية ابن القيم	للإمام أبى عبد اللّٰه محمد بن أبى بكر أيوب الزرعى	المتوفى ٧٥١هـ
٥٢ـ	نصب الراية	للإمام أبى محمد عبد اللّٰه بن يوسف الحنفى الزيلعى	المتوفى ٧٦٢هـ
٥٣ـ	خلاصة البدر المنير	للإمام عمر بن على بن الملقن الأنصارى	المتوفى ٨٠٤هـ
٥٤ـ	مجمع الزوائد	للإمام على بن أبى بكر الهيثمى	المتوفى ٨٠٧هـ
٥٥ـ	موارد الظمآن	للإمام أبى الحسن على بن أبى بكر الهيثمى	المتوفى ٨٠٧هـ
٥٦ـ	مصباح الزجاجة	للإمام أحمد بن أبى بكر بن إسماعيل الكنانى	المتوفى ٨٤٠هـ

٣٨٩

مآخذ تخریج الأحادیث ومراجعه

٥٧۔ تلخیص الجبیر	للإمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی	المتوفی ٨٥٢ھ
٥٨۔ الإصابة	للإمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی	المتوفی ٨٥٢ھ
٥٩۔ الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة	للإمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی	المتوفی ٨٥٢ھ
٦٠۔ الدیباج	للإمام جلال الدین أبی الفضل عبد الرحمن بن أبی بکر السیوطی	المتوفی ٩١١ھ
٦١۔ الجامع الصغیر	للإمام جلال الدین أبی الفضل عبد الرحمن بن أبی بکر السیوطی	المتوفی ٩١١ھ
٦٢۔ التدوین فی أخبار قزوین	لعبد الکریم بن محمد الرافعی القزوینی	

دار الطباعة

المطبعة الرضویة

Rizvia Grafix: +92-300-9289355

qadri26@cyber.net.pk

فروغ اہلسنّت کے لئے............امام اہلسنّت کا دس نکاتی پروگرام

۱۔ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲۔ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

۳۔ مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔

۴۔ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔

۵۔ ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً و وعظاً ومناظراً اشاعت دین ومذہب کریں۔

۶۔ حمایت مذہب ورد بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

۷۔ تصنیف شدہ اور نوتصنیف شدہ رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔

۸۔ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے وعظ یا مناظرہ یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

۹۔ جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

۱۰۔ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ ''آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم ودینار سے چلے گا'' اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

ہفت واری اجتماع:-

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے زیرِ اہتمام ہر پیر کو بعد نمازِ عشاء تقریباً ۱۰ بجے رات کو نور مسجد کاغذی بازار کراچی میں ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں مقتدر و مختلف علمائے اہلسنّت مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

مفت سلسلۂ اشاعت:-

جمعیت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علمائے اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

مدارس حفظ و ناظرہ:-

جمعیت کے تحت رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی:-

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے تحت رات کے اوقات میں درس نظامی کی کلاسیں بھی لگائی جاتی ہیں جس میں کم از کم ابتدائی پانچ درجوں کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری:-

جمعیت کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علمائے اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کے لیے اور کیسٹیں سماعت کے لیے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔